# زینب

لجنہ اماء اللہ ناروے

اکتوبر، نومبر، دسمبر 2013ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زینب

سہ ماہی

اکتوبر، نومبر اور دسمبر ۲۰۱۳ء

## مجلسِ ادارت

سرپرستِ اعلیٰ مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب
امیر جماعت احمدیہ ناروے

زیرنگرانی مکرمہ سیّدہ بشریٰ خالد صاحبہ
صدر لجنہ اماء اللہ ناروے

مدیرہ حصہ اردو، کتابت محترمہ منصورہ نصیر صاحبہ

مدیرہ حصہ نارویجن محترمہ مہرین شاہد صاحبہ

تقسیم واشاعت محترمہ منصورہ نصیر صاحبہ

پرنٹنگ محترمہ بلقیس اختر صاحبہ

شائع کردہ شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ناروے

Søren bullsveien 1
1051 OslO
Tlf: +47 22322746
FAX: +47 2232o211

# فہرست مضامین

| | |
|---|---|
| اداریہ | 2 |
| القران الکریم | 3 |
| حدیث | 4 |
| خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اپریل ۲۰۱۳ء | 5 |
| حضور کا پیغام برموقعہ جلسہ سالانہ ناروے ۲۰۱۳ء | 6 |
| نظم | 8 |
| ربنا ھب لنا من ازواجنا۔۔۔۔ | 9 |
| انٹرویو امہات واقفین مبلغین | 13 |
| خطاب آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ | 25 |
| واقفات نو کلاس | 32 |
| ناصرات کا صفحہ | 34 |
| پکوان | 35 |
| یسوع مسیح کا یومِ ولادت | 36 |
| یادرفتگان | 38 |
| دعائیہ اعلانات | 39 |

☆☆☆☆☆☆☆☆

اداریہ

# خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو
# اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

آنخضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے اور آپؑ نے ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔ آپ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں قائم کیا جائے اور حضرت محمد ﷺ کے پیغام کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچایا جائے۔ یہ وہ عظیم کام ہے جس کی انجام دہی کے لئے جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اس وقت جس کامیابی کے حصول کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیے وہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنا اور آپؑ کی بعثت کا مقصد بندے کو خدا تعالیٰ کے قریب کرنا اور اس سے زندہ تعلق پیدا کروانا ہے۔ اسی طرح مخلوق کے جو ایک دوسرے پر حق ہیں اُن کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا اور اُن کی ادائیگی کرنا ہے'' (الفضل انٹرنیشنل ۲۹ نومبر ۲۰۱۳ء)

یہ کام آج جماعت احمدیہ کے ہر فرد کے ذمّے ہے۔ ہم عہد بیعت میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا'' ہمارا فرضِ منصبی دین کی خدمت کرنا ہے۔ دوسری سب چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جب آپ عہد کرتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہماری دنیا بھی دین کے تابع ہوگی۔ ہمارے سے کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور منشاء کے خلاف ہو'' (الفضل انٹرنیشنل ۲۲ نومبر ۲۰۱۳ء)

دنیا میں توحید کے قیام کے اور محمد ﷺ کے پیغام کی اشاعت کے لئے ہمیں تن، من، دھن کی بازی لگانا ہوگی۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک امانت ہے۔ جس کا حق ادا کرنے کے لئے اس زمانہ میں ہمیں منتخب کیا گیا ہے۔ یہ مقصد تبھی حاصل ہوسکتا ہے جب ہم دنیا داری کے مشغلوں کی قربانی کرتے ہوئے دین کی خدمت کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت دیں۔ جب ہم ایسا کریں گے تو بہت جلد ہم غلبۂ اسلام کا نظارہ کرسکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آج کے دور میں وقت کی قربانی بہت اہم ہے اور اسی قربانی کا ہم سے تقاضا کیا گیا ہے اور اسی امر کا ہم عہد بھی کرتے ہیں۔ ''کہ میں اپنی جان و مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہوں گی۔''

اللہ کرے کہ ہم اپنے عہدوں کو نبھانے والیاں ہوں اور ہمارا پرور دگار ہمیں ایسی خدمت کی توفیق بخشے جو اُس کے حضور مقبول ہو۔ آمین۔

ہماری طرف سے تمام قارئین کو:

## نیا سال بہت مبارک ہو

## القرآن کریم

## سورۃ آل عمران

إِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ
نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ
مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٦﴾

۳۶۔ جب عمران کی ایک عورت نے کہا اے میرے ربّ! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے یقیناً وہ میں نے تیری نذر کر دیا آزاد کرتے ہوئے۔ پس تو مجھ سے قبول کرلے کرلے۔ یقیناً توہی بہت سننے والا (اور) بہت جاننے والا ہے۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ
اُنْثٰى ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۗ وَلَيْسَ
الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ
وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ
الرَّجِيْمِ ﴿٣٧﴾

۳۷۔ پس جب اُس نے اُسے جنم دیا تو اس نے کہا اے میرے ربّ! میں نے تو بچی کو جنم دیا ہے۔ جبکہ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس چیز کو جنم دیا تھا۔ اور نر مادہ کی طرح نہیں ہوتا۔ اور (اس عمران کی عورت نے کہا) یقیناً میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے، اور میں اسے اور اس کی نسل کو راندۂ درگاہ شیطان سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا
حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا
زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ
قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۗ قَالَتْ هُوَ مِنْ
عِنْدِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ
بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾

۳۸۔ پس اس کے ربّ نے اُسے ایک حسین قبولیت کے ساتھ قبول کرلیا اور اس کی اَحسن رنگ میں نشوونما کی اور زکریا کو اس کا کفیل ٹھہرایا۔ جب کبھی بھی زکریا اس کے پاس محراب میں داخل ہوا تو اس نے اس کے پاس کوئی رزق پایا۔ اس نے کہا اے مریم! تیرے پاس یہ کہاں سے آتا ہے؟ اس نے (جواباً) کہا یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یقیناً اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ (ترجمہ از بیان فرمودہ حضرت مرزا طاہر احمدؒ)

## حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ ہر بچّہ فطرتِ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اُسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں یعنی قریبی ماحول سے بچّے کا ذہن متاثر ہوتا ہے۔ جیسے جانور کا بچّہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تمہیں اُن میں کوئی کان کٹا نظر آتا ہے؟ یعنی بعد میں لوگ اس کا کان کاٹتے ہیں اور اسے عیب دار بنا دیتے ہیں۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ ۲۱۸)

## کلام الامام!

**حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔**

**سواے وے تمام لوگو!** جو اپنی تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اُس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے۔ جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے۔ وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی۔ اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اس کو مت چھوڑو۔ اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ۔ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو۔ کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۹)

عبادت کا قیام، حقوق کی ادائیگی، مربیان اور عہدیداران کا احترام اور دعوت الی اللہ کی طرف توجہ کریں

## مربیان خلیفہ وقت کے نمائندے ہیں۔عہدیداران بھی امانت کا حق ادا کریں

### آپس میں محبت و پیار کو بڑھانا، اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا اور آنحضرت ﷺ کی باتوں پر عمل ہر احمدی کا فرض ہے

**سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز** نے مؤرخہ 5۔اپریل 2013ء کو بیت الرحمن ویلنسیا سپین میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ ایم ٹی اے پر براہ راست نشر کیا گیا۔حضور انور نے سورۃ آلِ عمران کی آیات 105,104 اور سورۃ النحل کی آیت 126 کی تلاوت وترجمہ کے بعد بیت الذکر کی اہمیت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پیش فرمایا جس میں آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔یہ خانہ خدا ہوتا ہے۔جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہوگئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔حضور انور نے فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ کی خاطر اس کے گھر کو آباد کرنے کی طرف توجہ ہوگی تو پھر عبادت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ ہوگی۔آپس میں پیار و محبت سے رہنے کی طرف بھی توجہ کرنی ہوگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جماعت کے لوگوں کو چاہیے کہ سب مل کر اس مسجد میں نماز باجماعت ادا کیا کریں۔جماعت اور اتفاق میں بڑی برکت ہے۔پراگندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے اور یہ وقت ہے کہ اس وقت اتحاد اور اتفاق کو بہت ترقی دینی چاہیے۔

**حضور انور نے فرمایا** کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی رسی کو ہم مضبوطی سے پکڑے رکھیں گے۔ہم قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والے بنے رہیں گے اور جب تک اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد رکھیں گے کہ اس نے ہمیں احمدیت پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائی، ہمیشہ یاد رکھیں کہ قرآن کریم، آنحضرت ﷺ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت احمدیہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رسی کے طور پر ہیں۔ان میں سے ایک کو بھی اگر ایک احمدی نظر انداز کرے گا تو وہ ان لوگوں میں شمار ہوگا جو دوبارہ آگ کے گڑھے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔پس اگر ہمارے قول وفعل میں تضاد ہوگا۔اگر ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر اختلاف کرنے بیٹھ جائیں گے تو اکائی کو نقصان پہنچانے والے ہوں گے حضور انور نے فرمایا کہ ایسی جماعت جو بھلائی کی طرف لوگوں کو بلائے، نیکیوں کی تلقین کرے اور برائیوں سے روکے، اس کے پہلے مخاطب مربیان ہیں۔**حضور انور** نے مربیان کو خلیفہ وقت کا نمائندہ قرار دیتے ہوئے انہیں وعظ ونصیحت کرنے، تربیت و تعلیم کے میدان میں اور پھر دعوت الی اللہ اور اعلیٰ اخلاق اپنانے کے بارے میں اہم ہدایات سے نوازا۔پھر فرمایا کہ عہدیداران اپنے ذمہ سپرد امانت کا حق ادا کریں۔اپنے قول وفعل میں مطابقت پیدا کریں۔**سید ا لقوم خاد مھم** کا ارشاد ہمیشہ پیش نظر ہو۔عہدیداران کے اپنے نمونے افراد جماعت کو بھی نیکیوں پر قائم کرنے والے ہوں۔**حضور انور** نے عہدیداران کو مربیان جو کہ خلیفہ وقت کے نمائندے ہیں ان کا احترام کرنے کے بارے میں انہیں تلقین فرمائی۔فرمایا کہ مربیان کا سب سے زیادہ احترام صدر جماعت اور امیر جماعت کو کرنا چاہیے اور اس احترام کی وجہ سے مربیان یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہمارا حق ہے بلکہ ان میں مزید عاجزی پیدا ہونی چاہیے۔مزید اپنے نفس کی اصلاح کی طرف توجہ پیدا ہونی چاہیے۔فرمایا کہ جب ہم ہر سطح پر اس معیار کو حاصل کرلیں گے تو پھر دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی تربیت کے مسائل بھی حل ہوں گے اور دعوت الی اللہ کے میدان میں بھی غیر فتوحات دیکھیں گے۔

**حضور انور نے فرمایا** کہ عہدیداران کا آپس کا رویہ اور سلوک بھی ایک دوسرے کے ساتھ بہت اچھا اور معیاری ہونا چاہیے۔صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھائیں۔عام افراد جماعت یہ نہ سمجھیں کہ واقفین زندگی اور عہدیداران کی ہی سب ذمہ داریاں ہیں۔فرمایا کہ آپس میں پیار و محبت کو بڑھانا، صلح وصفائی کو قائم رکھنا، اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں کو سننا اور ان پر عمل کرنا، **حضرت مسیح موعود علیہ السلام** کی تعلیم کے مطابق اپنے تقویٰ کے معیار بڑھانا اور خلیفہ وقت کی باتوں پر لبیک کہنا یہ ہر احمدی کی ذمہ داری ہے۔فرمایا کہ دعوت الی اللہ کرنا صرف مربیان ہی کا کام نہیں بلکہ اس کے بارے میں عام حکم بھی ہے۔مربیان اور عہدیداران کے ساتھ ساتھ ہر احمدی کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف بلائیں۔حضور انور نے دعوت الی اللہ کے میدان میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے قرآنی حکم **ادع الیٰ سبیل ربك بالحکمۃ۔۔۔** کی اہمیت اور تشریح بیان فرمائی۔حضور انور نے آخر پر فرمایا کہ بیت الرحمن سپین میں 600 سے زائد نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اس بیت الذکر کو بابرکت فرمائے۔حضور انور نے خطبہ ثانیہ کے دوران کراچی میں مخالفین کی طرف سے فائرنگ کے نتیجے مین ایک احمدی دوست کے شدید زخمی ہو جانے کا ذکر فرمایا اور ان کے لئے دعا کی تحریک فرمائی۔ (روزنامہ الفضل 9 اپریل 2013ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

امام جماعت احمدیہ

لندن

پیارے احبابِ جماعت احمدیہ ناروے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امیر صاحب ناروے نے اپنے جلسہ سالانہ کے لئے پیغام بھجوانے کے لئے کہا ہے۔ میرا اس موقع پر آپ کو یہ پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جو خوبصورت مسجد بنانے کی توفیق دی ہے اسکو آباد کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ ہر احمدی کو نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی سعی کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور فرمایا ہے۔ اے میرے بندو تم مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو میں بھی تم کو نہ بھولوں گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو نمازوں پر دوام اختیار کرنے کی بار بار تلقین کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"اصل میں قاعدہ ہے کہ اگر انسان نے کسی خاص منزل پر پہنچنا ہے تو اس کے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جتنی لمبی وہ منزل ہوگی اتنا ہی زیادہ تیزی، کوشش اور محنت اور دیر تک اسے چلنا ہوگا۔ سو خدا تعالیٰ تک پہنچنا بھی تو ایک منزل ہے اور اس کا بعد

اور دُوری بھی لمبی۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے اور اس کے دربار میں پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے اس کے واسطے نماز ایک گاڑی ہے جس پر سوار ہو کر وہ جلد تر پہنچ سکتا ہے جس نے نماز ترک کر دی وہ کیا پہنچے گا ...... فرمایا
اصل میں مسلمانوں نے جب سے نماز کو ترک کیا یا اُسے دل کی تسکین آرام اور محبت سے اس کی حقیقت سے غافل ہو کر پڑھنا ترک کیا ہے۔ تب ہی سے اسلام کی حالت بھی معرضِ زوال میں آئی ہے۔ وہ زمانہ جس میں نمازیں سنوار کر پڑھی جاتی تھیں غور سے دیکھ لو کہ اسلام کے واسطے کیسا تھا۔ ایک دفعہ تو اسلام نے تمام دنیا کو زیر پا کر دیا تھا جب سے اُسے ترک کیا وہ خود متروک ہو گئے ہیں۔ دردِ دل سے پڑھی ہوئی نماز ہی ہے کہ تمام مشکلات سے انسان کو نکال لیتی ہے۔ ہمارا بارہا کا تجربہ ہے کہ اکثر کسی مشکل کے وقت دعا کی جاتی ہے ابھی نماز میں ہی ہوتے ہیں کہ خدا نے اس اَمر کو حل اور آسان کر دیا ہوا ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد ۷ صفحہ 255)

پس نمازوں کی ادائیگی کی طرف توجہ کریں اور خدا تعالیٰ کی یاد میں ہر وقت دل کو لگائیں۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اس کی یاد میں غرق ہوں اسی سے آپ فلاحِ دارین پائیں گے اور جماعت کی حقیقی ترقی کا ذریعہ بھی یہ نمازیں ہی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

والسلام
خاکسار
مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس

Ref T-/3867
18-9-13

## منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مرے مولیٰ مری یہ اِک دُعا ہے تری درگاہ میں عجز و بُکا ہے
وُہ دے مُجھ کو جو اِس دل میں بھرا ہے زباں چلتی نہیں شرم وحیا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے ہر اک کو دیکھ لُوں وہ پارسا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے وُہ سب دے اِن کو جو مُجھ کو دیا ہے
عجب مُحسن ہے تو بحرالایادی

فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

نجات اِن کو عطا کر گندگی سے برات ان کو عطا کر بندگی سے
رہیں خوشحال اور فرخندگی سے بچانا اے خدا! بد زندگی سے
وُہ ہوں میری طرح دیں کے مُنادی

فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال نہ آوے اِن کے گھر تک رُعبِ دجّال
بچانا اِن کو ہر غم سے بہرحال نہ ہوں وہ دُکھ میں اور رنجوں میں پامال
یہی اُمید ہے دِل نے بتا دی

فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

دُعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ نہ آوے اِن پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وُہ ترا یہ آستانہ مرے مولیٰ! اِنھیں ہر دم بچانا
یہی اُمیّد ہے اے میرے ہادی

فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

نہ دیکھیں وُہ زمانہ بے کسی کا مُصیبت کا، اَلم کا، بے بسی کا
یہ ہو مَیں دیکھ لُوں تقویٰ سبھی کا جب آوے وقت میری واپسی کا
بشارت تُو نے پہلے سے سُنا دی

فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

(درثمین صفحہ ۴۷، ۴۷)

//////////////////////

## سیرت حضرت امام حسینؓ بزبان حضرت مسیح موعودؑ

حضرت امام حسینؓ آنحضرت ﷺ کے نواسے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے بیٹے تھے آپ کا اور آپکے بڑے بھائی حضرت حسنؓ کا نام آنحضرت ﷺ نے خود رکھا اور آپ کی پیدائش پر اذان اور گُھٹی بھی آنحضرت ﷺ نے دی۔ آپ ﷺ کو آپ سے بہت محبت تھی۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ آپ ﷺ کی محبت کا ذکر اس طرح بیان کرتے ہیں:

''یہ میرے بیٹے ہیں اور میرے نواسے ہیں۔ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور اُن سے بھی محبت کر جو ان دونوں سے محبت کرتے ہیں۔'' (جامع ترمذی کتاب المناقب حدیث نمبر ۳۷۰۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلا شبہ وہ ان برگزیدوں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلا شبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اس امام کی تقویٰ اور محبتِ الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اسکو ملی تھی۔ تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو ان میں سے ہے۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۴۵)

===========

# رَبَّنَا ھَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا

محترمہ بلقیس اختر مجلس تھوئین

نکاح جو ایک بنیادی حکم ہے یہ صرف معاشرہ اور نسل کو چلانے کے لئے نہیں بلکہ بہت ساری برائیوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اور ایک نیک نسل چلانے کے لئے ہے۔ ایک مسلمان کے گھر میں جو شادی ہے یہ صرف دنیاوی سکون کی خاطر نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی کی جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ (الفضل انٹرنیشنل ۸تا۱۴جون ۲۰۱۳ء صفحہ ۱۰)

اللہ تعالیٰ سورۃ روم آیت 22 میں فرماتا ہے: ''اس کے نشانات میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم اُن کی طرف تسکین حاصل کرنے کے لئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔''

نکاح ان سب ضروری تقاضوں میں سے ہے جن کے لئے علم کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا لازمی اور ضروری بندھن ہے کہ دنیا کی مہذب اور وحشی سے وحشی اقوام میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اسلامی نکاح اور دوسرے مذاہب کے نکاح میں فرق ہے۔ اسلامی نکاح میں انسان پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس کے کچھ اغراض و مقاصد ہیں۔ فرائض، ثمرات اور نتائج سے آگاہی ہے۔ اسی لئے نکاح کے موقع پر آنحضرت ﷺ مندرجہ ذیل خطبہ دیا کرتے تھے:

''ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے سو ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور اُسی سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے بخشش مانگتے ہیں اور اس سے ہدایت کے طلبگار ہیں۔ کیونکہ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اللہ گمراہ قرار دے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم یہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے ان آیات کے پڑھنے کی ہدایت فرمائی جن کا ترجمہ یہ ہے:

''اور اللہ کا تقویٰ اس لئے بھی اختیار کرو کہ اس کی ذریعے سے تم آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور خصوصاً رشتہ داریوں کے معاملہ میں تقویٰ سے کام لو اللہ یقیناً تم پر نگران ہے۔'' (سورۃ النساء آیت:۲)

خطبہ نکاح کا کیا مقصد ہے اس کی وضاحت بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان کرتے ہیں:

☆ خطبہ نکاح کو آنحضرت ﷺ نے اس لئے مقرر فرمایا ہے کہ تا مسلمانوں کو ان اغراض و مقاصد کی طرف توجہ ہو جو نکاح کی ہیں پس اسلام نے یہ نہیں کہا کہ نکاح کرو بلکہ یہ بتلایا ہے کہ کیوں کرو۔

☆ وہ اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تقویٰ اللہ یعنی اللہ کا تقویٰ حاصل کرنے کے لئے دونوں میاں بیوی مل کر خدا کے غضب سے بچنے اور رحمت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں کیونکہ تقویٰ کی نیت معمولی بات نہیں بلکہ نیتوں کے اثر ہوتے ہیں۔ لوگوں کی مختلف نیتیں ہوتی ہیں لیکن اے مسلمانوں تمہاری نیت خدا تعالیٰ کی رضامندی ہو۔ تاکہ تمہیں آرام، راحت اور سکینت حاصل ہو۔

۲۔ حفاظت نسل یعنی نسل بڑھے ایسی نسل ہو جو آئندہ کارآمد ہو۔ اولاد اسلام اور اللہ کے جلال کو ظاہر کرنے والی ہو۔ اور یہ تب ممکن ہے کہ بچوں کی تربیت عمدہ ہو۔

۳۔ نفس کی حفاظت

۴۔ دینی و دینوی امور میں بھلائی اور معاونت یعنی میاں بیوی مل کر نیک اعمال میں ایک دوسرے کے مددگار رہوں اور صدق وسچائی کو قائم کرنے والے ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیان کرتے ہیں: ''پس وہ تعلق جو میاں بیوی میں پیدا ہوتا ہے بظاہر وہ ایک آن کی بات ہوتی ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے اپنی لڑکی دی اور دوسرا کہتا ہے کہ میں نے لی۔ مگر اس ایک بات سے ساری عمر کے تعلقات کو وابستہ کیا جاتا ہے۔ اور عظیم الشان ذمہ داریوں اور

جواب دہیوں کا جوٴا میاں بیوی کی گردن پر رکھا جاتا ہے۔اسی لئے اس سورۃ کو"یا یھا الناس"، سے شروع کیا ہے۔کوئی اس میں مخصوص نہیں ساری مخلوق کو مخاطب کیا ہے۔کسی کو الگ نہیں کیا۔فرمایا الناس جو انس سے تعلق رکھتا ہے وہ انسان ہے۔انسان جب انس سے تعلق رکھتا ہے تو سارے انسوں کا سرچشمہ میاں بیوی کا تعلق اور نکاح کا انس ہے۔اس کے ساتھ ایک اجنبی لڑکی کا بوجھ رکھا گیا ہے تو اجنبی لڑکے پر بھی ذمہ داریوں کا ایک بوجھ رکھا گیا ہے۔اس لئے اس تعلق میں ہاں نازک تعلق میں جو بہت سی ذمہ داریوں اور فرائض کو پیدا کرتا ہے، کامل انس کی ضرورت ہے۔جس کے بغیر اس بوجھ کا اٹھانا بہت ہی ناگوار اور تلخ ہو جاتا ہے لیکن جب کامل انس ہو تو رحمت اور فضل انسان کے شامل حال ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔" (خطبات نور صفحہ:106)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:"اگر تم اپنے نکاحوں کو بابرکت بنانا چاہتے ہو تو انہیں قرآن کریم کے مطابق بناؤ۔کیونکہ نکاح ان معاملات میں سے ہے کہ جن کی ابتداء تو خوشی سے ہوتی ہے مگر انتہا کا کسی کو علم نہیں ہوتا کہ اس کے کیا ثمرات ہوں گے۔عام لوگ نکاح کی اہمیت سے واقف نہیں ہوتے حالانکہ نکاح ایک ایسی عمارت ہے جس میں عظیم الشان دنیا آباد ہوتی ہے۔اس لئے بڑے فکر، بڑی خشیت اور بڑی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اس لئے رسول کریم ﷺ نے اس موقع کے لئے قرآن کریم کی ان آیات کو بیان کیا ہے جن میں تقویٰ کا حکم ہے۔خوشی ایک ایسی چیز ہے جو اپنی ذات میں خوبصورت ہے اور کم لوگ ہیں جو خوشی میں خدا کو یاد رکھتے ہیں۔رنج میں تو خدا یاد آ ہی جاتا ہے۔پس چونکہ شادی ایک خوشی کا معاملہ ہے اسی لئے قرآن کریم نے تقویٰ اللہ پر بہت زور دیا ہے اور بار بار توجہ دلائی ہے کہ خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور اسی سے دعائیں کرنی چاہیئں کہ خدایا اس کے اچھے نتائج پیدا ہوں اور یہ کام تیری مرضی کے مطابق ہو۔آمین (خطبات محمود جلد سوم خطبہ نمبر ۱۴)

اسلام نصیحت کرتا ہے کہ قولو قولا سدیدا۔تقویٰ اختیار کرو۔نکاح کے معاملہ میں جھوٹ نہ بولو۔ہمارے زمانے میں جھوٹ بہت بڑھ گیا ہے اور جس چیز کی بنیاد گناہ پر ہو گی وہ اخیر تک نقصان رساں ہو گی۔سنو! میاں بیوی کا تعلق ایک گھنٹہ یا دن کا نہیں ساری عمر کا ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ قیامت تک کا ہے کیونکہ اس تعلق کا اثر نسل در نسل چلنے والا ہے۔جیسا بیج ہو گا ویسا ہی پھل ہو گا۔ (خطبات محمود جلد سوم خطبہ نمبر ۱۴)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔" اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ بات کہو جو صاف اور واضح ہو پیچدار نہ ہو بلکہ سچی اور سیدھی سادھی ہو اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال درست اور بھلائی کا حامل بنا دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ بڑی کامیابی حاصل کرنے والا اور فائز المرام ہے۔"

( الاحزاب:72-71 )

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: حقیقت میں اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ انسان کا قول اور فعل باہم مطابقت رکھتے ہوں۔اگر ان میں مطابقت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ (الفضل انٹرنیشنل 02.10.98 صفحہ ۷)

نکاح کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔اس میں استخارہ کی ضرورت ہوتی ہے رسول کریم ﷺ نے اس پر بہت زور دیا ہے۔نکاح کے معاملے میں شریعت کی پابندی کرنی چاہیے کیونکہ اس میں اپنا کچھ اختیار نہیں ہوتا ایک غیر مرد کو غیر عورت کے ساتھ ملا کر کہہ دیا جاتا ہے کہ اولاد پیدا کرو اور اپنا نام قائم رکھو۔یہ ایک ایسا مشکل اور اہم معاملہ ہے کہ اس کا اثر نہ صرف دنیا میں ہی دور تک جاتا ہے بلکہ آخرت تک پہنچتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس کے متعلق استخارہ کا حکم دیا۔دعا سے پہلے کوئی فیصلہ مت کرو۔بلکہ دعا اور استخارہ کرتے وقت اپنی تمام آراء اور فیصلوں سے علیحدہ ہو جاؤ۔کیونکہ اگر تم فیصلہ کرنے کے بعد دعا اور استخارہ کرو گے تو وہ بابرکت نہیں ہو گا۔استخارہ اور دعا وہی بابرکت ہو گی جس میں تمہاری اور رائے کا عمل دخل نہ ہو۔تم خدا پر معاملہ کو چھوڑ دو اور دل اور دماغ کو خالی کر لو اور اس کے حضور میں عرض کرو کہ خدایا جو تیری طرف سے آئے گا وہی ہمارے لئے بابرکت ہو گا اور ہماری بہتری کا موجب ہو گا۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:"کسی عورت سے نکاح کرنے کی چار ہی بنیادیں ہو سکتی ہیں یا تو اس کے مال کی وجہ سے یا اس کے خاندان کی وجہ سے یا اس کے حُسن و جمال کی وجہ سے یا اس کی دین داری کی وجہ سے۔لیکن تُو دیندار عورت کو ترجیح دے۔ اللہ تیرا بھلا کرے اور تجھے دیندار عورت حاصل ہو۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 210)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" دین داری ایک وسیع چیز کا نام ہے پس تم دینداری کو ترجیح دو" کے معنی

یہ ہیں کہ وہ خود اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے والی ہو اور خاوند کو اس کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مدد دینے والی ہو۔تم غور کر کے دیکھ لو جہاں کوئی دین دار عورت آئے گی وہ ایسے رنگ میں کام کرے گی جو دین کو فائدہ پہنچانے والا ہوگا۔اور دین کسی خاص چیز کا نام نہیں۔ دین نماز کا نام ہے، روزے کا نام ہے، حج کا نام ہے، زکوٰۃ کا نام ہے، محنت کا نام ہے، روحانیت کا نام ہے۔پس دین داری کو ترجیح دو۔ جب یہ چیز پیدا ہو جائے گی تو لازمی فتنہ و فساد مٹ جاتا ہے۔۔۔اسی طرح عورت کے لئے ایسا خاوند تلاش کرو جو اپنے فرائض اور واجبات کو سمجھنے والا ہو۔ جب دونوں اپنے اپنے فرائض اور واجبات کو سمجھیں گے تو دنیا میں لازمی امن قائم ہوگا۔'' (تقریر علیک بالدین صفحہ ۲)

**حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ** فرماتے ہیں: ''آنحضرت ﷺ نے دین کو جہاں اہمیت دی ہے وہ درست ہے کہ دین کو بہر حال اہمیت دینی چاہیئے مگر کفو کا ساتھ ہی ذکر فرمایا ہے۔کفو سے بہت سی باتیں مراد ہوتی ہیں کوئی نہ کوئی آپس میں ملنے جلنے کے لئے کوئی قدر مشترک بھی تو ہونی چاہیے اگر کفو نہ ہو تو اس سے رشتے اکثر خراب ہو جاتے ہیں تو رسول کریم ﷺ نے دین کو اپنی جگہ رکھ کر اسی کو اولیت دینے کے باوجود جب کفو کا فرمایا ہے تو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ میاں بیوی کے کچھ جوڑ تو ہو اور شکل وصورت کا یا خاندان کا یا ماحول کا یا رہن سہن کا آپس میں کوئی جوڑ ہو تا کہ پھر اچھے رشتے قائم ہو سکیں۔''

**مزید فرمایا:** ''بعض لوگ کہتے ہیں لڑکی خوبصورت ہو، اسمارٹ ہو، لمبی ہو اور اپنی صورت کبھی آئینہ میں نہیں دیکھتے۔شکل وصورت کو غیر معمولی اہمیت دینا آپ کے لئے نقصان دہ ہے اگر اچھی شکل مل جائے تو بہت بہتر ہے لیکن اگر نہ ملے تو حسن خلق اور دین کو بہر حال ترجیح دینی چاہیے ورنہ بعض اوقات تو پھر لڑکیاں انتظار میں بیٹھی رہتی ہیں کہ ماں باپ اچھا رشتہ تلاش کر رہے ہیں ان کا معیار اور ہے اور اس معیار کے رشتے ملتے نہیں ان کو۔ یہاں تک کہ گھروں میں بیٹھی بیٹھی بوڑھیاں ہو جاتی ہیں۔ پھر لڑکوں میں ایک یہ بھی رواج چل پڑا ہے کہ غیر احمدی لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں۔غیر احمدی لڑکیوں سے شادی پر انھیں جماعت سے خارج تو نہیں کیا جائے گا لیکن وہ اپنی اولاد کو از خود ہی جماعت سے خارج کر لیتے ہیں کیونکہ غیر احمدی لڑکیاں وہی ماحول کے بد اثرات اپنے ساتھ لاتی ہیں اور بچے تربیت کے معاملہ میں باپ کی نسبت ماں کے محتاج ہوتے ہیں اس لئے اگر اولاد کو اپنا بنائے رکھنا چاہتے ہو تو دین کو بہر حال ترجیح دو تا کہ اولاد کی دنیا اور دین دونوں عافیت سے رہیں۔'' (الفضل انٹرنیشنل 06.04.2001 صفحہ ۷،۸)

پھر بیوگان اور مطلقہ خواتین جو جوان ہیں ان کو دوبارہ رشتہ کی توجہ دلائی جائے مطلقہ اگر جوان نہ ہو بوڑھی ہو چکی ہو تو پھر اس پہ دوبارہ شادی کرنا فرض نہیں۔ **حضرت خلیفۃ المسیح الخامس** فرماتے ہیں: ''عورت اگر بیوہ ہو جائے اور شادی کے قابل ہو اور اس کا ہم کفو مل جائے یعنی کہ مناسب رشتہ مل جائے، معاشرے میں جو اس عورت کا مقام ہے اس کے مطابق ہو، خاندانی لحاظ سے، اپنے رہن سہن کے لحاظ سے ہم مزاج ہو، عورت کو بھی پسند ہو تو پھر رشتہ دار اس سلسلہ میں روکیں نہ ڈالیں۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس کو جلد از جلد بیاہ دو اس سے بھی پاک معاشرے کا قیام ہوگا۔''

( عائلی معاملات صفحہ 111 از خطبہ جمعہ 24.12.04 )

**حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ** فرماتے ہیں: ''جہاں تک لڑکی کا تعلق ہے اس میں ایک زائد امر شامل ہو گیا ہے۔لڑکے کے لئے ولایت کا اصول نہیں ہے لیکن لڑکی کے لئے ولایت کا اصول ہے اگر کسی لڑکی سے شادی کرنی ہے تو اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا اس کی وجہ لڑکی کی حفاظت ہے کیونکہ لڑکیاں عموماً گھروں میں رہتی ہیں اور عملی زندگی میں قدم رکھنے کے باوجود وہ نسبتاً زیادہ دھوکا کھانے کا میلان رکھتی ہے اس لئے کہ ان میں معصومیت پائی جاتی ہے اس لئے بغیر ولی کی اجازت کے نکاح نہیں ہوسکتا۔ یہ خدا کی نافرمانی ہے۔'' (یو۔ٹیوب سوال جواب۔۹۵۔۹۔۱۶)

**حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ** بیان کرتے ہیں کہ: ''عورتوں کو ولی مت بناؤ یہ مردوں کا کام ہے۔قرآن مجید میں الرجال قوامون علی النساء آیا ہے اس لئے کبھی ایسی جرأت مت کرو جس سے قرآن کریم کی ہتک لازم آوے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ عورتوں کو ولی نہ بناؤ۔ (خطبات نور صفحہ:478)

**حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز** فرماتے ہیں: ہمیشہ ان رشتوں کی بنیاد سچائی پر رکھو اگر سچائی پر بنیاد قائم ہوگی تو ایک دوسرے پر اعتماد قائم ہوگا۔ جب اعتماد قائم ہوگا تو پھر ان تعلقات میں بہتری اور خوبصورتی پیدا ہوگی۔اور نئی نسلیں بھی دین پر قائم رہنے والی سچائی پر قائم رہنے والی اور پیار ومحبت کو پھیلانے والی ہوں گی۔'' (الفضل انٹرنیشنل 08.03-13 صفحہ ۴)

**حضرت خلیفۃ المسیح الخامس** فرماتے ہیں: ''شادی بیاہ ایک ایسا معاہدہ ہے کہ

ایک ایسا کام ہے جو ایک لحاظ سے دینی فریضہ بن جاتا ہے اور بیویوں اور اس کے رحمی رشتوں کے حقوق ادا کرنے ضروری ہیں۔ مردوں کی طرف سے بھی اور لڑکی والوں اور لڑکی کی طرف سے بھی۔ پس اگر یہ چیز یہ احساس شادی کرنے والوں جوڑوں میں پیدا ہو جائے بلکہ ہر شخص میں دونوں طرف سے سسرالیوں میں بھی تو گھریلو زندگیاں محبت اور پیار اور امن سے گہوارے بن جاتی ہیں۔ لیکن آج کل مادیت کا زیادہ زور ہے یا کیا وجہ ہے کہ بے صبری کا اظہار زیادہ ہے اور صبر کم ہو چکا ہے لوگوں میں برداشت کم ہو چکی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر لڑائیاں بھی ہوتی ہیں رنجشیں بھی ہوتی ہیں اور پھر نوبت یہاں تک آتی ہے کہ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس لئے ہر شادی شدہ جوڑے کو بھی توجہ دینی چاہئے، والدین کو بھی توجہ دینی چاہئے، نئے شادی ہونے والوں جوڑوں کو بھی توجہ دینی چاہئے۔ ہر ایک لڑکی بھی اپنے فرائض ادا کرے، حقوق ادا کرے، ہر ایک لڑکا بھی اپنے فرائض ادا کرے، حقوق ادا کرے تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ جھگڑے ہوں۔ بعض جھگڑے والے میرے پاس آتے ہیں کہ کیا کریں کس طرح ہم اپنے رشتوں کو بہترین زندگیوں میں گزار سکتے ہیں تو میں ان کو یہی کہتا ہوں کہ کان، آنکھ اور زبان ایک دوسرے کے لئے اور ایک دوسرے کی رحمی رشتوں کے لئے بند کرلو۔ تمہاری زندگیاں امن سے گذرنے لگ جائیں گی' (الفضل انٹرنیشنل ۱۱-۸-۵ صفحہ ۱۲ کالم ۱)

خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کے رستوں پر چلائے۔ آمین۔

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

**بقیہ:** ہم احمدی مسلمان ہیں۔ ہم اِن بدرسومات سے دُور رہتے ہیں البتہ ہم نیا سال خُدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دُعائیں کرتے ہوئے مناتے ہیں۔ نماز تہجّد سے اِس کا آغاز کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ جو سالِ گزشتہ میں ہم سے کوتاہیاں اور سستیاں ہوئیں خُدا تعالیٰ اُن سے درگزر فرمائے اور ہماری بخشش فرمائے اور خُدا تعالیٰ نیا سال ہمارے لیے اور ہمارے ملک و قوم کے لیے مبارک کرے ہم نئے سال کا آغاز خدمتِ خلق سے کرتے ہیں۔ جن پارکوں میں آتش بازی کا گند اور شراب کی بوتلوں کا اَنبار لگا ہوتا ہے۔ ہم اُن مقامات کی وقارِعمل کے ذریعہ صفائی کرتے ہیں ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہم نئے سال کا آغاز خُدا تعالیٰ کے حضور دُعائیں کرتے ہوئے کریں کہ نیا سال اپنے ساتھ ہم سب کے لئے بھلائی کا باعث ہو اللہ تعالیٰ ہمارے نیک اِرادوں کو دوام بخشے، ہمیں اپنی سچّی محبت اور اپنا قرب عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔

# نئے سال کی تقریبات

طاہرہ زرتشت مجلس کلوفتہ

دنیا میں مختلف زمانوں میں مختلف کیلنڈر رائج رہے ہیں۔ جولیس سیزر نے سن چھیالیس قبل مسیح میں رومن کیلنڈر جاری کیا تھا۔ اِس میں بعض اصلاحات کرنے کے بعد جولین کیلنڈر رائج ہوا۔ 1582ء میں جولین کیلنڈر میں تبدیلیاں کر کے گریگورین کیلنڈر کا اِجراء ہوا۔ چنانچہ دُنیا بھر میں یہی کیلنڈر رواج پا گیا۔ اس کیلنڈر کے مطابق سال 31 دسمبر کو ختم ہوتا ہے جبکہ نیا سال یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے۔ دُنیا بھر میں نئے سال کا آغاز مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ 31 دسمبر کی شام سے تقریبات کا آغاز شروع ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ وفات شدگان کی قبروں پر جاتے اور موم بتیاں جلاتے ہیں۔ تقریبات کا نقطۂ عروج 31 دسمبر کی رات 12 بجے ہوتا ہے۔ لوگ شراب پی کر مَست ہو کر گھروں سے باہر نکل آتے ہیں اور نئے سال کی خوشی مختلف ہنگاموں کی صورت میں مناتے ہیں۔ اِن میں سب سے اہم آتشبازی ہے۔ رنگا رنگ کی آتشبازی سے آسماں پر رنگ برنگی کرنیں نہایت خوبصورت نظارہ دیتی ہیں۔ اِس رات شراب کے نشہ میں مخمور لوگ بہت سے جرائم کا اِرتکاب بھی کرتے ہیں۔ ہر قسم کی فحش اور بیہودہ حرکات کرتے ہیں۔ آتشبازی پر کئی ملین کرونر خرچ کر دیتے ہیں۔ اگر دُنیا بھر میں نئے سال کی اِس رات کے اَخراجات کا حساب لگایا جائے تو کئی بلین ٹریلین میں یہ رقم پہنچ جاتی ہے جس کو ایک رات میں آگ لگا دی جاتی ہے۔ جبکہ یہ انسانیت کی بھلائی پر خرچ کی جائے تو کیسے عظیم الشان نتائج پیدا ہوں۔ آگ لگنے کے بے شمار واقعات ہوتے ہیں۔ کئی عمارتیں جل کر خاک ہو جاتی ہیں۔ بعض لوگ آگ کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔ دُنیا بھر میں اَرب ہا کرونر خرچ کر دیئے جاتے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا یہی رقم اگر انسانی خدمت میں خرچ کی جائے تو کتنے ہی اَفراد کی جانیں بچائی جا سکتی ہیں۔ کتنے بے گھر، بے بس اِنسانوں کے لیے رہائش کا انتظام ہو سکتا ہے۔ دُنیا میں کتنے ہی فاقہ زدگان ہیں جنہیں موت کے بھیانک اَنجام سے بچایا جا سکتا ہے۔ جان سے گزر جاتے ہیں اور کچھ شدید طور پر مجروح ہو جاتے ہیں۔

( بقیہ ساتھ والے کالم میں )

نکلیں تمہاری گود سے پل کر وہ حق پرست
ہاتھوں سے جن کے دین کو نصرت نصیب ہو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "یاد رکھو کہ جو شخص خدا کے لئے زندگی وقف کر دیتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ دست و پا ہو جاتا ہے۔ نہیں ہر گز نہیں۔ بلکہ دین اور للّٰہی وقف انسان کو ہوشیار اور چابکدست بنا دیتا ہے۔ سستی اور کسل اس کے پاس نہیں آتا۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۶۵)

جس زمانے میں احمدیہ سکول کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے جوش سے تقریر فرمائی اس تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "جو لوگ اللہ کے نام پر اپنے لڑکے دیں گے وہ بہت ہی خوش نصیب ہونگے" (سیرۃ المہدی جلد دوم صفحہ ۹)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جامعہ احمدیہ یوکے کی نئی عمارت کے افتتاح کے موقع پر فرمایا: "اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو وہ کچھ بنائے جو جامعہ احمدیہ یا مدرسہ احمدیہ کی بنیاد رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش تھی اور جس کے لئے آپؑ نے دعا کی تھی۔ آپ خلیفۂ وقت کے سلطان نصیر ہوں۔ آپ خلافت کی حفاظت کے لئے ننگی تلوار ہوں اور اللہ تعالیٰ آپ میں سے ہر ایک کو وہ گوہر عطا کرے جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی نظر میں قابلِ قدر ہے۔"

(الفضل انٹرنیشنل ۱۴ دسمبر ۲۰۱۲ء)

یہ ناروے جماعت کی بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ اس وقت ہمارے درمیان ایسی خوش قسمت مائیں موجود ہیں جنہوں نے اپنے بچوں کو وقف کر کے اس کی روح کو سمجھتے ہوئے جامعہ بھیجا اور آج وہ اپنی تعلیم مکمل کر کے راہِ عمل میں قدم رکھ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قدم قدم پر راہنمائی فرمائے۔ آمین

اس خوشی کے موقع پر شعبہ اشاعت "رسالہ زینب" میں ان کی اس کامیابی کو اپنی زینت بنانا چاہتا ہے تا کہ دوسروں کے لیے مشعل راہ ہو۔ اس سلسلے میں ایک سوالنامہ تیار کر کے ماؤں کو دیا گیا اور اُن سے انٹرویو لیا گیا۔

## مکرمہ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ لطیف احمد کاہلوں مبلغ سلسلہ والدہ صاحبہ مربی و مبلغ سلسلہ مکرم شاہد محمود کاہلوں صاحب

**صدر صاحبہ:۔** ۱۔ آپ کے دل میں بچے کو وقف کرنے کا خیال کب اور کیسے پیدا ہوا؟

**والدہ:۔** میں ایک مربی سلسلہ کی بیوی اور ایک مربی سلسلہ کی ماں ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ جب میرا یہ بیٹا پانچ سال کا تھا اس وقت بھی کہتا تھا کہ میں نے مربی بننا ہے۔ میرے میاں کو بطور مربی سلسلہ سیرالیون افریقہ بھیجا گیا تو ہر ماں کی طرح میں نے بھی بچوں کی تربیت کی طرف خاص توجہ کی اور اس کے لئے لاہور سے ربوہ آ گئی۔ گھر میں بچوں کو چھوٹی چھوٹی باتیں بتاتی رہتی کہ باہر سے آئیں تو السلام علیکم کہیں، کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھیں، نماز پڑھیں گے تو ناشتہ ملے گا۔ گھر میں کام کرنے کے ساتھ ساتھ دعائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات مثلاً "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" اور "جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو" وغیرہ سکھاتی رہتی۔ بس اس طرح سے ہی بچوں کی تربیت کی کوشش کرتی رہی ربوہ کا ماحول بھی اچھا تھا۔ بچے باہر کھیلنے جاتے تو مغرب کی نماز سے پہلے گھر آ کر ٹوپیاں لے کر فوراً نماز کیلئے مسجد چلے جاتے۔ بچوں کی پرورش اور تربیت کے دوران مشکل مرحلے بھی آئے۔ ان حالات میں بھی اللہ پر مکمل توکل رکھا۔ آپ نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا جو آپ کی توکل علی اللہ کی عکاسی کرتا ہے۔ آپ نے بتایا!!!

"کہ ایک بچے کی سکول کی فیس جمع کروانے کی آخری تاریخ تھی۔ اس کی فیس جو تھی وہ خرچ ہوگئی اور رقم بھی کچھ زیادہ تھی۔ بچہ فیس کے لئے رقم مانگ رہا تھا اور بضد تھا کہ مجھے ابھی یہ رقم چاہیے بوجھل دل سے یہ کہتے ہوئے اٹھی کہ اچھا ابھی رقم دیتی ہوں اور دعاؤں میں لگ گئی کہ اسی آن باہر کا دروازہ

کسی نے کھٹکھٹایا۔جب میں نے دروازہ پر پتا کیا تو وہاں ایک مربی صاحب تھے جو سیرالیون سے آئے تھے۔انہوں نے کچھ رقم دی اور کہا کہ مکرم لطیف کاہلوں صاحب جب پاکستان سے سیرالیون گئے تھے تو ان کے پاس کچھ پاکستانی کرنسی بچ گئی تھی جو انہوں نے بھجوائی ہے میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی اور خدا کا شکرادا کیا کہ یہ بالکل اتنی ہی رقم تھی جتنی کہ بچے کو چاہیے تھی۔اس طرح بچے کو بھی سبق ملا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح غیب سے اپنے بندے کی مدد کرتا ہے۔''

**صدر صاحبہ:**۔۲۔ کیا آپ کے بیٹے نے خود یا آپ کی تحریک پر جامعہ جانے کا فیصلہ کیا؟

**والدہ:**۔ میٹرک کے بعد اس کی ایک خواہش میڈیکل میں جانے کی بھی تھی۔اپنے والد صاحب کی تحریک پر اس نے خود دعا کر کے جامعہ جانے کا فیصلہ کیا۔میری یہ خواہش تھی کہ یہ بی۔اے کر کے جامعہ میں جائے۔اس نے جامعہ کی تعلیم کے دوران ایف۔اے کیا، بی۔اے کیا اور بطور مربی سلسلہ تقرری کے بعد اس نے ایم۔اے بھی کر لیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے میری یہ خواہش بھی پوری کر دی۔

**صدر صاحبہ:**۔۳۔ جامعہ بھیجنے کے بعد آپ کے کیا جذبات تھے؟

**والدہ:**۔ دیکھیں یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ایک دفعہ تو سوئی کے ناکے سے گزرنا پڑتا ہے۔اس سے یہ کہا تھا کہ جماعت جو بھی آپ کے حق میں فیصلہ کرے۔آپ کو اچھا لگے یا نہ اچھا لگے۔آپ نے جماعت کی اطاعت کرنی ہے۔ہم نے جماعت کا ساتھ دینا ہے آپ کی نہیں سننی۔

**صدر صاحبہ**۔۴۔آج آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے جب کہ وہ مربی کی حیثیت سے ہم میں موجود ہے؟

**والدہ:**۔ خدا کا بہت شکر اور فضل ہے کہ میرے شوہر بھی مربی سلسلہ ہیں لیکن بیٹے کو اس حیثیت میں دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔

**صدر صاحبہ:**۔۶۔ دوسری ماؤں اور ان کے بچوں کے لئے آپ کیا پیغام دیں گی؟

**والدہ:**۔ میرا ماؤں کو یہی پیغام ہے کہ کبھی بھی نظام جماعت کے خلاف کوئی بات نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی کوئی اعتراض کرنا چاہیے۔اس سے بہت بے برکتی ہوتی ہے۔بچوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ اطاعت سب سے ضروری عمل ہے۔ہمیشہ اور ہر حال میں خلیفۂ وقت اور نظام جماعت کی اطاعت کرنی چاہیے۔خلیفۂ وقت سے پیار، محبت کرنا اور ان کے لئے دعا کرتے رہنا ہی ہماری اصل ذمہ داری ہے۔نظام جماعت اور خلیفۂ وقت کی اطاعت میں ہی سب برکتیں اور فضل ہیں۔

## مکرمہ نبیلہ رفیق صاحبہ والدہ مربی و مبلغ سلسلہ مکرم یاسر عتیق فوزی صاحب:

**صدر صاحبہ:**۔آپ کے دل میں بچے کو وقف کرنے کا خیال کب اور کیسے پیدا ہوا؟

**والدہ:**۔یاسر کی پیدائش نائیجیریا میں ہوئی کیونکہ خاکسار اور یاسر کے والد مکرم رفیق احمد فوزی صاحب نصرت جہاں اسکیم کے تحت نائیجیریا میں مقیم تھے۔وہاں رسل و رسائل کے ذرائع بہت محدود تھے۔وقفِ نو کی تحریک کا علم تو ہوا تھا مگر اس کی تمام غرض و غایت اور حضورِ انور کا اس تحریک کو شروع کرنے کے مقاصد کا صحیح ادراک ہمیں لندن پہنچ کر ہوا۔اس نیک تحریک میں شامل ہونے کا ارادہ تو ہم نے کر لیا مگر چونکہ ہماری منزل ناروے تھی۔لہذا ناروے پہنچ کر باقاعدہ دُعاؤں کے بعد ہم نے حضورِ انور کو اپنا بچہ مبارک تحریک میں شامل کرنے کی درخواست کر دی۔جو حضورِ انور نے ازراہِ شفقت قبول کر لی۔

**صدر صاحبہ:**۔۲۔ کیا آپ کے بیٹے نے خود یا آپ کی تحریک پر جامعہ جانے کا فیصلہ کیا؟

**والدہ** :۔ یوں تو میں نے بچپن سے ہی بچوں کو بتایا ہوا تھا کہ میرے خاندان میں سے صرف میرے ماموں محترم (مولانا نذیر احمد مبشر) ہیں جو جامعہ سے فارغ التحصیل ہیں۔اکثر بچوں کے سامنے ان کی جماعت میں خدمات اور افریقہ میں تعیناتی کے دور کے واقعات کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ہمارے دلوں میں یہ خواہش تھی کہ کوئی ان جیسا وجود ہمارے اندر پیدا ہو۔لیکن یاسر کے متعلق میں نے یہ کبھی نہیں سوچا تھا کیونکہ میرا خیال یہ تھا کہ یہ بہت بڑا بوجھ ہے جو میں اور یاسر نبھا نہیں سکیں گے۔لیکن نویں کلاس سے ہی عزیزم یاسر نے کہنا شروع کر دیا کہ میں جامعہ میں جاؤں گا اور مبلغ بنوں گا۔لیکن میری رائے اس کے برعکس تھی۔میرے خیال میں کوئی اور شعبہ لے کر اس میں تعلیم مکمل کرنا چاہئے۔کچھ بن جاؤ پھر وقف کر لینا حضرت مصلح موعودؓ کے

پاس جب لوگ جاتے تھے تو وہ ان کو کہتے تھے کہ پہلے پڑھ لو کچھ بن جاؤ پھر وقف کر لینا۔لیکن یہ اپنی بات پر اَڑ گیا کہ جامعہ میں ہی پڑھوں گا۔میں نے حضرت مرزا عبدالحق صاحب سے بھی درخواست کی کہ اسے آپ کسی طریق سے سمجھائیں۔انہوں نے بھی بتایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے مجھے بھی کہا تھا کہ پہلے وکیل بن آؤ پھر وقف کرنا تو تمہاری ماں بھی اکیلی ہے والد نہیں ہیں تو جس طرح تمہاری ماں کہہ رہی ہے۔اس طرح کرو۔مجھے یہ تھا کہ اگر میں یہ بوجھ نہ اٹھا سکی۔میں نے اپنے اردگرد ایسا کوئی واقفِ زندگی نہیں دیکھا تھا۔مجھے اس بات کا خوف آتا تھا عزیزم کے والد حیات نہیں، نہ جانے اس عہد کو پورا کر پائیں گے یا نہیں۔2004 میں جب کینیڈا جلسہ پر حضور انور تشریف لے گئے، یاسر کو بھی وہاں جانے کا موقعہ ملا جامعہ میں پڑھنے کا شوق اتنا زیادہ حاوی تھا کہ اپنے کزن کے ساتھ جامعہ میں جا کر پرنسپل صاحب سے داخلے کی بات کر لی اور فارم پر سائن کرنے کے لئے بالکل قریب تھا۔ اُس لمحے مجھے اطلاع دینے کے لئے فون کیا کہ میں اس وقت جامعہ میں کھڑا ہوں فارم پُر کر لیا ہے بس دستخط کرنا رہ گئے ہیں۔بڑی محنت سے اسے سمجھایا بجھایا کہ ابھی ٹھہر جاؤ پہلے VGS (کالج) کا آخری سال کر لو پھر چلے جانا۔عزیزم کی طبیعت میں سعادت مندی تو بہت ہے۔میری بات مان لی اور واپس آ گیا اُن دنوں لندن میں بھی کوئی جامعہ کھلنے کی شنید تھی۔

اب میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی شروع کی کہ پرودگار اگر میرا بچہ چاہتا ہی ہے تو تُو یہاں لندن میں جامعہ کھول دے۔میری مرضی تھی کہ یہ کالج فارغ کر لے۔اس دوران بھی مجھے یہی کہتا رہا کہ میں نے لندن کے جامعہ کا انتظار نہیں کرنا میں نے کالج ختم ہوتے ہی کینیڈا چلے جانا ہے۔اُدھر میں نے اللہ میاں کا دامن پکڑے رکھا۔اللہ تعالیٰ نے فضل کیا میری التجاسُن لی اور لندن میں جامعہ کھل گیا اور داخلہ کی تحریک شروع ہو گئی۔کالج کی پڑھائی کے دوران ہی اس نے مجھے اس بات پر راضی کر لیا کہ میرا دل چاہتا ہے میں مسجدوں کے نقشے بناؤں اس لئے میں آرکیٹیکٹ کی ایک شاخ سے منسلک مضمون بدلنا چاہتا ہوں۔میں اس پر بھی راضی ہو گئی کہ اچھا یہ پڑھ تو جائے۔ یہ بھی خیال میرے دل میں آیا کہ یہ تو کسی ایک جگہ پر توجہ قائم ہی نہیں کر پا رہا تو یہ جامعہ کے داخلے کی شرائط کیسے پوری کرے گا۔

مختصر یہ کہ میرے اور میرے بیٹے کے درمیان بہت دیر تک جامعہ میں پڑھنے اور نہ پڑھنے کے موضوع پر ایک جنگ چلتی رہی۔ایک دن اس نے مجھے کہا کہ امی جب میں بنا ہی قرآن پڑھنے اور پڑھانے کے لئے ہوں تو آپ مجھے کیوں منع کرتی ہیں؟ پھر میں نے ہتھیار ڈال دیے اور کہا کہ ٹھیک ہے بیٹا! میں آپ کے ساتھ ہوں جو کرنا ہے وہ کرو۔

**صدر صاحبہ:**۔۳۔ جامعہ بھیجنے کے بعد آپ کے کیا جذبات تھے؟

**والدہ:**۔اللہ کے فضل سے میرا دل مضبوط ہو گیا تھا لیکن اب مجھے یہ تھا کہ یہ وہاں پڑھائی پر دھیان دے اور مضبوطی سے قائم رہے۔مجھے یہ علم تھا کہ اس کا ذہن تیز چلتا ہے لیکن قلم تیز نہیں چلتا۔میرے سامنے اس کی تمام چیزیں تھیں۔ان تمام باتوں کے لیے بھی حضور کو خط لکھ کر دُعا کے لیے مسلسل درخواست کرتی رہی۔حضور بھی مسلسل رہنمائی کرتے رہے۔شروع کے اڑھائی سال مشکل تھے لیکن یہ ڈٹا رہا۔مجھے کہتا تھا امی اب آپ مجھے بھول جائیں۔اب مَیں یہاں سے مبلغ بن کر نکلوں گا۔

**صدر صاحبہ:**۔۴۔آپ بچے میں سال بہ سال کیا تبدیلی محسوس کرتی تھیں؟

**جواب:**۔ شروع میں تھوڑا مشکل تھا لیکن پھر آہستہ آہستہ سیٹ ہوتا گیا۔ اس کی باتوں سے اور عمل سے مجھے تسلی ہوتی تھی کہ وہ مضبوطی سے قائم ہو رہا ہے۔کچھ ہی عرصہ بعد جب علم سیکھنا شروع ہو گیا تو اس نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ آپ نے تو ہمیں صحیح طرح سے کچھ بھی نہیں سکھایا ہوا ماشاءاللہ کچھ ہی دیر بعد میرا بیٹا میری اردو گرائمر اور قرآن میں غلطیاں نکالنے کے قابل ہو گیا۔

**صدر صاحبہ:**۔۵۔ آج آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے جب کہ وہ مربی سلسلہ کی حیثیت سے ہم میں موجود ہے؟

**والدہ:**۔یہ شروع سے ہی اللہ کے فضل سے بہت مثبت رجحان رکھتا تھا۔آخری سال ایک آدھ مرتبہ بتایا کہ میرے ساتھیوں میں سے ہر کوئی پوسٹنگ اپنے ملک نہیں جانا چاہتا لیکن مجھے اپنا ملک پسند ہے۔یہ اور بات ہے کہ جہاں جماعت بھیجے گی میں وہیں خوش ہوں۔بعض دفعہ چھٹیوں کے دوران جب ہمسائے وغیرہ پوچھتے تھے تم کہاں جاؤ گے تو اُن کو بھی یہی کہنا کہ جہاں بھی مجھے بھیجا گیا میں وہیں جاؤں گا۔ہر قربانی کے لیے تیار تھا۔جب ناروے کی پوسٹنگ کے بارے میں پتہ چلا تو اچھا تو لگا۔میرے ذہن میں ناروے ہرگز نہیں تھا۔مجھے لگا کہ شاید مشرقی یورپ کے ممالک میں ضرورت ہو مبلغ کی۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے یہی عزیزم کے لئے پسند کیا۔

**صدر صاحبہ:۔٦۔** کوئی ایمان افروز واقعہ جو اِن سالوں میں آپ کے ساتھ ہوا ہو۔

**والدہ:۔** ابھی تو کام کا آغاز ہوا ہے۔ ابھی تو میرے بیٹے نے پاؤں پاؤں چلنا شروع کیا ہے۔ ایمان افروز باتیں تو نہ جانے کب اسکی زندگی میں آئیں گی۔ جب یہ بچے افریقہ گئے ہیں دو ماہ کے لئے وہاں عزیزم شدید بیمار پڑ گیا۔ اتنا کہ حضورانور نے اور وکالتِ تبشیر نے واپس آنے کا مشورہ بھی دے دیا۔ مگر اس نے ہمت کی اور وقف کا وقت پورا کر کے ہی سب کے ساتھ واپس آیا۔ واپس آنے کے کچھ دنوں کے بعد حضورانور نے جامعہ کے ایک بچے کی شادی کی تقریب میں فرمایا کہ یاسر وہاں بہت زیادہ بیمار ہو گیا تھا مگر پھر بھی اُس نے سارا وقف نبھایا۔ تب ہمیں کسی کے ذریعے اس بات کا علم ہوا تھا، یاسر نے نہیں بتایا۔ اُس وقت بھی یاسر لندن میں اپنی خالہ کے گھر میں شدید بخار اور انتڑیوں کی تکلیف میں مبتلا تھا۔ حضور کی دعاؤں سے پھر خدا تعالیٰ نے شفا بھی دی۔ ویسے تو ہر اُستاد نے میرے بیٹے کے ساتھ محنت کی ہے اور انہیں کی محنتوں اور حضورانور کی دُعاؤں سے ہی یہاں تک پہنچا ہے۔ عزیزم کے لئے تو ہر اُستاد محترم اور قابلِ تقلید ہے۔ لیکن میں ذاتی طور پر قرآن کریم کی تلاوت کے لئے حافظ فضلِ ربی صاحب کی بہت شکر گزار ہوں۔ انہوں نے اسے بہت خوبصورت قرآن پڑھایا ہے۔ ایک دفعہ پڑھائی کے دوران جب یہاں آیا ہے تو مسجد نور میں مربی صاحب نے اسے نماز تراویح پڑھانے کے لئے کہا۔ بعد میں مربی صاحب اور دو تین اور احباب کے مجھے فون آئے اور کہا کہ آپ کے بیٹے نے اتنی اچھی تلاوت میں نمازِ تراویح پڑھائی ہیں۔ اس کی تلاوت سُن کر آج ہمیں فوزی صاحب بہت یاد آرہے ہیں۔ میرے ذہن میں خیال آیا کہ بن باپ کا بچہ ہے اس لئے لوگ محبت کر رہے ہیں۔ لیکن جب میں اگلے دن تراویح پر گئی تو پھر مجھے سمجھ آئی کہ یہ وجہ نہیں ہے۔ اس کو حافظ فضلِ ربی صاحب نے قرآت سکھائی ہی بہت خوبصورت ہے۔

جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد جب تین ماہ کے لئے ربوہ گیا ہے۔ تب اس کے اندر نمایاں تبدیلی آنی شروع ہوئی ہے۔ وہاں انہوں نے بہت سیکھا ہے۔ عزیزم کا کہنا تھا کہ اتنا سات سالوں میں نہیں سیکھا جتنا عملی زندگی میں سیکھ رہے ہیں۔ ربوہ کے بزرگوں سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔

**صدر صاحبہ:۔٦۔** دوسری ماؤں اور ان کے بچوں کے لئے آپ کیا پیغام دیں گی؟

**والدہ:۔** اس سے پہلے ایک بات کرنا چاہونگی کہ عزیزم یاسر کی ناروے کے جس شہر میں تعیناتی کی گئی ہے۔ ۱۹۸۷ء میں جب ہم لوگ نائیجیریا سے ناروے میں پناہ لینے کے لئے داخل ہوئے تھے۔ صرف ڈیڑھ ماہ بعد انتظامیہ نے ہمیں کچھ اور احمدی خاندانوں کے ساتھ یہاں منتقل کر دیا۔ عزیزم یاسر کی عمر نو ماہ تھی۔ ہم وہاں ایک سال دس ماہ رہے۔ فوزی صاحب وہاں صدر جماعت بھی تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بھی ہمارے قیام کے دوران وہاں تشریف لائے تھے۔ ۱۹۸۹ء میں جماعت کے سو سال بھی پورے ہوئے۔ ان سب تقریبات کے سلسلے میں بہت سے نارویجین لوگوں سے رابطے بڑھے۔ اب جب عزیزم یاسر نے اُسی شہر میں جا کر اخبارات وغیرہ میں انٹرویو دئے ہیں۔ انہی لوگوں میں سے ایک نارویجین جوڑے نے اخبار سے یاسر کا فون نمبر لے کر فون کیا اور بتایا کہ آپ یقیناً فوزی صاحب کے بیٹے ہو۔ ہم نے اخبار میں انٹرویو وغیرہ دیکھ کر پہچان لیا ہے۔

دوسری ماؤں کے لئے میں یہ ضرور کہوں گی کہ میرے جیسی صورتِ حال ہر کسی کی نہیں ہوتی۔ مجھے یہ گھبراہٹ تھی کہ پتہ نہیں یہ مضبوطی سے قائم رہ پائے گا کہ نہیں۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ فضل کر دیتا ہے۔ اگر آپ کا بچہ جانا چاہتا ہے اسے جانے دیں۔ اس نے مجھے ایک بات کہی کہ اگر میں قرآن پڑھنے کے لئے بنا ہوں تو مجھے کیوں نہیں جانے دیتیں۔ اس کے بعد میں نے کچھ نہیں کہا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

## مکرمہ سعدیہ جاوید صاحبہ والدہ مربی و مبلغ سلسلہ مکرم محمد غالب جاوید صاحب:

**صدر صاحبہ:۔ا۔** آپ کے دل میں بچے کو وقف کرنے کا خیال کب اور کیسے پیدا ہوا؟

**والدہ:۔** مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ قرآن کی تلاوت کے دوران حضرت مریم کی والدہ کے ذکر میں مجھے خیال آیا کہ کیا صرف یہی ماں تھی جو اپنے پیدا ہونے والے بچے کو وقف کر سکتی تھی یا کوئی اور بھی کر سکتا ہے۔ اس کے بعد

میں نے اس کی مزید تحقیق تو نہ کی مگر ایک دو ماہ کے بعد ہی خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے وقف نو کی تحریک پیش کی، تب میں امید سے تھی اس پر مجھے اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کا موقع ملا اور میں نے اپنے ہونے والے بچہ کو وقف کیا میرے ذہن میں شروع سے وقف کرنے کے ساتھ ہی یہی خیال آتا تھا کہ یہ مربی بنے، بعد میں ساتھ ساتھ ذہن میں آتا رہا کہ وکیل یا انجنیر بن سکتا ہے لیکن میرے ذہن میں یہ بات خدا تعالیٰ نے ایسی گاڑھ دی ہوئی تھی کہ پھر میرے ذہن سے نہیں نکل سکی اللہ کے فضل سے۔

**صدر صاحبہ:۔۲**۔ کیا آپ کے بیٹے نے خود یا آپ کی تحریک پر جامعہ جانے کا فیصلہ کیا؟

**والدہ:۔** میری تحریک کے ساتھ ساتھ اس کی اپنی مرضی بھی بن گئی تھی۔ حالانکہ اسے بچپن سے پائلٹ بننے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ میری اکثر اس کے ساتھ ڈسکشن ہوئیں کہ صحیح خدمت دین تو مربی بن کر ہی ہو سکتی ہے، اس نے جماعت سے اس بارے میں رائے لی تو اس کی رہنمائی ہوئی کہ جماعت کو پائلٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ جب وہ حضور انور سے مل کر آیا تو اس کا ذہن بدل چکا تھا اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ مربی ہی بنے گا۔

**صدر صاحبہ:۔۳**۔ جامعہ بھیجنے کے بعد آپ کے کیا جذبات تھے؟

**والدہ:۔** میرا خدا پر یقین بڑھ گیا تھا۔ مجھے آنحضورﷺ کی حدیث اکثر یاد آتی کہ انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اسے محبت ہوتی ہے۔ اور میرا یہ یقین بڑھ گیا کہ اگر کسی ماں کے دل میں بچے کے لئے نیکی کا خیال ہوتا ہے تو کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ اور جب میرا بیٹا مربی بننے کے لئے گیا تھا تو یہ محض اللہ کا فضل تھا۔

**صدر صاحبہ:۔۴**۔ آپ بچے میں ہر سال کیا تبدیلی محسوس کرتی تھیں؟

**والدہ:۔** وہ باتیں جو جامعہ میں جا کر اس نے سیکھیں وہ ایک ماں نہیں سکھا سکتی۔ خاص طور پر اسے جو خلیفہ وقت کی قربت ملی اور اطاعت کا جو معیار اس میں پیدا ہوا وہ محض خدا کا فضل اور خلافت کی برکت سے ہے۔

**صدر صاحبہ:۔۵**۔ آج آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے جب کہ وہ مربی کی حیثیت سے ہم میں موجود ہیں؟

**والدہ:۔** دوسرے ملک بھی ذہن میں آتے تھے، یہ بھی ذہن میں آتا تھا کہ شائد ناروے ہی ٹرانسفر ہو جائے، اس کی مرکز میں تقرری کا احساس بہت عجیب تھا کیونکہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کی تقرری مرکز میں ہی ہو جائے گی، ہر حال میں دل مطمئن تھا۔ مجھے جب معلوم ہوا تو مجھ میں تو یہ خوشی گھر والوں سے بھی بانٹنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ یہ خدا کا خاص احسان ہے۔ خلیفہ وقت کے ساتھ تعلق تو بڑھا ہی اس کے ساتھ ساتھ میں نے محسوس کیا کہ وہ اپنی کوئی تکلیف کسی کے سامنے نہیں بیان کرتا تھا بلکہ اس کا خدا سے تعلق اور ایمان پختہ ہوتا گیا تھا۔ اور جب اس کا جامعہ کا فائنل رزلٹ آیا تو وہ مجھے یہ دعا کرنے کے لئے کہتا کہ دعا کریں کہ میں صرف عام نمازیں پڑھانے والا مربی نہ بنوں بلکہ خدا مجھ سے خاص خدمت لے۔ اور مجھے خلیفہ وقت کا صحیح سلطان نصیر بنائے۔

اس سات سال کے عرصہ میں میں نے ہمیشہ اسے اپنے فیصلے پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ کبھی اس کے ذہن میں یہ بھی آتا کہ وہ ہمارا اکیلا بیٹا ہے اور مجھے کہتا کہ آپکو خیال نہیں آتا کہ بڑھاپے میں آپ کو کون سنبھالے گا۔ تو میں نے اسے ایک مرتبہ طارق بن زیاد کا واقعہ سنا کر کہا کہ اب تم بھی اپنی کشتیاں جلا دو اور دو اور پیچھے کا خیال نہ کرو اب یا تو شہید اور یا پھر غازی بن کر آنا، اس کے علاوہ میرے گھر کے رستے بند ہیں۔ تو وہ میرے اس رویہ پر حیران ہوتا تھا، مگر بعد میں بہت پرسکون ہے کہ اصل زندگی تو یہی ہے۔ دعا کریں اللہ آخری وقت تک اس سے راضی رہے اور خدمتِ دین فضلِ الٰہی بن کے برسے۔

**صدر صاحبہ۔۶**۔ دوسری ماؤں اور ان کے بچوں کے لئے آپ کیا پیغام دیں گی؟

**والدہ** :۔ اس بارے " اگر میرے اور بیٹے ہوتے تو میں انہیں بھی وقف کرتی۔ میری دوسری ماؤں کے لئے یہی پیغام ہے کہ زیادہ سے زیادہ اولادیں پیدا کریں اور دین کے لئے وقف کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء"

## مکرمہ محترمہ آسیہ پرویز صاحبہ والدہ مکرم مربی ومبلغ سلسلہ ھارون احمد چوہدری صاحب:

**سیکرٹری:۔۱**۔ آپ کے دل میں بچے کو وقف کرنے کا خیال کب اور کیسے پیدا ہوا؟

**والدہ:۔** خلیفہ وقت کی طرف سے وقف نو کی تحریک 1987 میں ہوئی تھی۔

وقف کرنے کی خواہش تو اس وقت ہی پیدا ہو گئی تھی۔اس تحریک سے پہلے ہمارے دو بچے ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی جب ہم نے سوچا کہ ہم ایک اور بے بی کریں تو تب ہی سوچا تھا کہ اب کی دفعہ خدا تعالیٰ جو بھی بیٹا یا بیٹی دے گا ہم اس کو وقف کریں گے،بس اسی خیال کے تحت انہیں پیدائش سے پہلے ہی وقف کر دیا تھا۔

**سیکرٹری:۔۲۔**آپ نے اس کی تربیت کیسے کی؟

**والدہ:۔**جب وقف کی نیت کر لی تو پھر تربیت بھی اسی رنگ میں کی۔خلیفہ وقت کے ارشادات کی روشنی میں جس حد تک ہو سکا میں نے اس کی تربیت کرنے کی کوشش کی،زیادہ سے زیادہ وقت قرآن کریم کی تلاوت،عبادت اور دعاؤں میں صرف کیا تا کہ آنے والی روح پر اچھا اثر پڑے۔جوں جوں بڑا ہوا تو اس کو بتایا کہ آپ وقف ہو آپکی زندگی کا مقصد کیا ہے آپ سے خلیفہ وقت کی کیا کیا توقعات وابستہ ہیں اور یہ بھی کہ آپ کو کیسا بننا ہے اصل بات یہ ہے کہ مسجد میں باقاعدگی رکھی اس کی کسی کلاس یا پروگرام میں چھٹی نہیں کروائی۔صرف میں نے اسی کی تربیت پر زور نہیں دیا بلکہ گھر کا ماحول ہی ایسا رکھا کہ تینوں بچے پانچ وقت کی نماز پڑھیں میں خود با جماعت نماز پڑھا لیتی تھی سورتیں اونچی آواز میں پڑھتی تا کہ بچوں کو یاد ہو جائیں۔تلاوت بھی با قاعدہ کروائی چاہے سکول جاتے ہوئے دو آیات ہی پڑھیں ۔اور ساتھ دعائیں بھی کیں۔بچوں کی تربیت کے لئے بعض اوقات اپنی خواہشوں کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے میں نے کبھی فضول پروگرام یا فلمیں نہیں دیکھیں کہ اگر میں دیکھوں گی تو بچے بھی دیکھیں گے۔گھر میں بچوں کے ساتھ پاک صاف زبان کا استعمال کرنا،جماعت کے خلاف یا عہدہ داران کے خلاف بات نہ کرنا،ان سب باتوں کا دھیان رکھا ہے خود بھی اطاعت کر کے دکھائی ہے اور ان کو بھی اس بات کی نصیحت کی ہے۔

**سیکرٹری:۔۳۔**آپ کے بیٹے نے خود یا آپ کی تحریک پر جامعہ جانے کا فیصلہ کیا؟

**والدہ:۔**ہم نے اور اس نے بھی یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ مربی بنے گا،ہاں یہ تو معلوم تھا کہ یہ وقف ہے اور کچھ بھی بن کے جماعت کی خدمت کرے گا۔ھارون کو آرکیٹیکٹ بننے کا شوق تھا۔دوسری طرف خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وہ باتیں بھی ذہن میں تھیں کہ وہ دن دور نہیں جب لندن میں جامعہ کھلے گا اور ہم ان کی اس طرح تربیت کریں گے،بہت خوبصورت نقشہ تھا۔یہ سن کر خیال تھا کہ اگر لندن میں جامعہ کھل جاتا ہے تو ارادہ بدل سکتا ہے۔ہوا یوں کہ اچانک ایک دن جمعہ پر اعلان ہوا کہ لندن میں جامعہ کھل گیا ہے۔میں اس جمعہ پر نہیں گئی تھی ھارون ہی گئے تھے اس نے گھر آ کر مجھے بتایا تو میں نے اسے کہا کہ یہ تو بہت اچھی بات ہے اور ساتھ سمجھایا کہ آپ خلیفہ وقت کے پاس رہو گے ان کی قربت کی تو کچھ اور ہی بات ہے میرے سمجھانے پر مان گیا،کچھ کچھ پریشان بھی تھا۔اس سے پہلے ہمارے خاندان میں کوئی مربی نہیں ہے یہ خاندان میں پہلے مربی ہیں۔میں نے سب سے مشورہ کیا کسی نے اچھا کہا کسی نے بہت اچھا اور کسی نے اس کو ایک مشکل راستہ کہا بہر حال سب کی اپنی اپنی رائے تھی۔اس وقت جب ہم ہاں یا ناں کے درمیان تھے تو سوچا کہ یہ خدا کی عطا ہے خدانخواستہ آج اگر ہم روک لیں تو کل اگر خدا ان میں سے کسی کو اپنے پاس بلا لے تو ہم کیا کر سکتے ہیں اسی سوچ نے فیصلہ کرنے میں ہماری مدد کی۔دل اداس بھی تھا اور خوش بھی بہت روئی نماز میں خدا سے صبر کی دعا کی کیونکہ یہ گھر میں سب سے چھوٹا تھا۔ایسا لگ رہا تھا کہ بیٹی سسرال رخصت کر رہی ہوں۔

**سیکرٹری:۔۴۔**جامعہ بھیجنے کے بعد آپ کے کیا جذبات تھے؟

**والدہ:۔**جب جامعہ کے افتتاح پر گئے،حضور نے جو خطاب کیا کہ یہ کتنے خوش قسمت بچے ہیں،تو دل مطمئن ہو گیا۔بچے بھی خوش تھے ماحول اچھا تھا۔سب اکٹھے تھے ان کے بھی دل لگ گئے۔تین چار ماہ کے بعد آجاتے تھے۔

**سیکرٹری:۔۵۔**آپ بچے میں ہر سال کیا تبدیلی محسوس کرتی تھیں؟

**والدہ:۔**جامعہ کی تعلیم کے دوران خدا کے فضل سے ان میں بہت تبدیلی آئی ہے۔بہت شرارتی تھا مگر جامعہ جانے کی وجہ سے سنجیدگی آ گئی۔اٹھنے بیٹھنے میں ایک مربیانہ رنگ آ گیا تھا۔خوشی ہوتی ہے اور بہت اچھا بھی لگتا ہے کہ خدا نے اسے اس مقام تک پہنچایا۔وہ جو یہ سوچ تھی کہ میں نے اپنے جگر کا ٹکڑا جماعت کو یا خدا کو دیا ہے درست نہیں ہے بلکہ خدا نے اس کو کئی گنا بڑھا کر مجھے واپس لوٹا دیا ہے ۔

**سیکرٹری:۔۶۔** دوسری ماؤں اور ان کے بچوں کے لئے کیا پیغام دیں گی؟

**والدہ:۔**ان ماؤں کو تو میں یہی پیغام دوں گی کہ اگر آپ وقف کرتے ہو تو پھر اپنے بچوں کی تربیت اس طرح کریں کہ اپنے گھروں کا ماحول پاک صاف

رکھیں۔سب سے پہلے خدا تعالیٰ کی محبت اور پھر خلیفہ وقت کی ،نظام جماعت کی محبت اور اطاعت اپنے بچوں کے دلوں میں شروع سے ڈال دیں کبھی جماعت کے خلاف کوئی بات گھروں میں نہ کریں۔اگر آپ ان کے سامنے باتیں کریں گے تو خواہ وہ مربی بن جائیں یا جو بھی بن جائیں آپ ان کی روح کو زخمی کر دیں گے پھر ان کے دل شفاف نہیں رہیں گے ۔

**سیکرٹری:**۔۷۔آج آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے جب وہ مربی کی حیثیت سے ہم میں موجود ہیں؟

**والدہ:**۔ میں تو اپنے بیٹے کو ابھی بھی یہی نصیحت کرتی ہوں کہ بیٹا جو بھی ذمہ داری تمہارے سپرد ہو اسے ایمان داری اور خلوص سے انجام دینا کبھی جاب سمجھ کر نہ کرنا۔اللہ کی محبت ہمیشہ دل میں رکھنی ہے اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی ہے۔اب تو ایک ہی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان پر اپنے فضلوں کے اور رحم کے دروازے ہمیشہ کھولے رکھے اور انہیں زیادہ سے زیادہ ترقیات سے نوازے۔آمین۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

## مکرمہ محترمہ مبارکہ شاہد صاحبہ والدہ مکرم مربی و مبلغ سلسلہ مصور احمد شاہد صاحب:

**سیکرٹری:**۔۱۔ آپ کے دل میں بچے کو وقف کرنے کا خیال کب اور کیسے پیدا ہوا؟

**والدہ:**۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی طرف سے وقفِ نو کی تحریک کا آغاز ہوئے تین سال ہو چکے تھے۔جب خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے گھر بچے کی پیدائش ہونے والی ہے تو دِل میں خیال پیدا ہوا کہ آنے والے بچے کو خلیفۂ وقت کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے خدا تعالیٰ کے نام پر وقف کر دیا جائے۔اس خواہش کا اظہار اپنے نانا مرحوم چوہدری محمد انور صاحب سے کیا۔ وقف کا خط بھی میرے نانا مرحوم چوہدری محمد انور صاحب نے لکھا اس خط میں ہونے والے بچے کا نام تجویز کرنے کی درخواست بھی کر دی گئی۔حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ازراہِ شفقت ہمارا وقف منظور فرمایا اور اسکے ساتھ ہی نام بھی تجویز کر دیا۔

**سیکرٹری:**۔۲۔ آپ نے اپنے بیٹے کی تربیت کیسے کی؟

**والدہ:**۔مصور احمد کی پیدائش پر میرے نانا مرحوم خاص طور پر اسپتال آئے اور مصور احمد کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بہت دیر تک دُعا کرتے رہے ہمارے نانا کا ہماری تربیت میں بھی خاص مقام ہے۔وہ مجھے کہا کرتے تھے کہ اپنی اولاد کی تربیت دُعا سے کرو اور یہ بھی کہتے تھے کہ وہ دُعا کیا کرو جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ماننے والوں کے بارے میں کی ہے یعنی میرے فرقہ کے لوگ علم و معرفت میں اس قدر کمال حاصل کریں گے کہ اپنے دلائل سے لوگوں کے منہ بند کر دیں گے۔اور دوسرا جب بھی کھانا بناؤ یا اِن کو کھلاؤ تو یہ دعا پڑھا کرو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔میں ہمیشہ یہ دعا کرتی تھی کہ اے خدا! تو اِن کو حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا مصداق بنا دے۔اس کے علاوہ ایسی کوئی خاص چیز مجھ میں نہ تھی جو مَیں نے ان کو دینی تھی۔ہمارے گھر کا دینی ماحول بھی بہت اچھا تھا۔گھر میں اکثر جماعتی پروگرام اور لجنہ کی کلاسیں ہوا کرتی تھیں۔سب سے بڑی بات کہ جمعہ کی نماز کا خاص اہتمام ہوتا تھا کہ مسجد جا کر نمازِ جمعہ ادا کرنی ہے۔یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اُس نے اِن کا رُجحان اِسی طرف رکھا۔اور اس فضل کی وجہ سے جو برکت ہمارے گھر میں ہے اُن فضائل اور برکات کا تو ہم احاطہ بھی نہیں کر سکتے۔ اس سلسلے میں ایک بات یہ ہے کہ جب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے یہ تحریک فرمائی تھی روزانہ گھر میں قرآن کریم کا درس دیا کریں چاہے ایک آیت کا ہی کیوں نہ ہو۔اُس دِن سے لے کر آج تک ہمارے گھر میں تسلسل کے ساتھ درس جاری ہے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ بچے جو مسجد کے ساتھ اپنا تعلق رکھتے ہیں وہ اگر تھوڑا بہت اِدھر اُدھر ہو بھی جائیں تو خدا تعالیٰ واپس لے آتا ہے۔

**سیکرٹری:**۔۳۔کیا آپ کے بیٹے نے خود یا آپ کی تحریک پر جامعہ جانے کا فیصلہ کیا؟

**والدہ:**۔ہمارا خیال تھا کہ یہ اپنا کالج مکمل کر کے جامعہ جائیں۔مگر جب حضورِ انور نے ناروے میں وقف نو کی کلاس میں پوچھا کہ کیا بنو گے تو مصور احمد نے کہا کہ مربی بنیں گے۔یہ اپریل ۲۰۰۶ء کی بات ہے کہ جامعہ میں داخلے کے فارم موصول ہوئے جن کا تذکرہ گھر میں بھی ہوا۔مصور احمد نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ اُنہوں نے جامعہ جانا ہے۔اس پر دُعا کرنے کے بعد ہم نے ۲۰۰۶ء میں داخلہ کے فارم مکمل کر کے بھجوا دیئے۔

**سیکرٹری:۔۴۔** جامعہ بھیجنے کے بعد آپ کے کیا جذبات تھے؟

**والدہ:۔** خدا تعالیٰ کا شکرا دا کیا کہ ہم نے اِسے وقف کیا تھا اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ وقت آیا کہ ہمارا وقف قبول ہوا۔اور آگے دعا ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ اِسے ہر قدم پر ثابت قدم رکھے۔ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو ہمارے گھر پر اُتر رہا ہے۔

**سیکرٹری۔۵۔** آپ بچے میں ہر سال کیا تبدیلی محسوس کرتی تھیں؟

**والدہ:۔** جامعہ کی تعلیم کے دوران خدا کے فضل سے اِن میں بہت تبدیلی آئی ہے۔اِن کی طبیعت میں غصہ تھا،جس میں بہت نرمی آئی ہے۔خدا کے فضل سے ہمیں اِن کی طرف سے ہمیشہ ٹھنڈی ہوا ہی آئی ہے۔جو بھی ہمیں ملا ہے اس نے یہی کہا ہے کہ ماشاءاللہ آپکا بچہ بہت ہی لائق اورعزت کرنے والا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل،خلیفہ وقت کی قربت اور دعائیں تھیں۔

**سیکرٹری:۔۶۔** آج آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے جب کہ وہ مربی کی حیثیت سے ہم میں موجود ہیں؟

**والدہ:۔** خوشی ہوتی ہے کہ خدا نے اِسے اِس مقام تک پہنچایا۔خاص طور پر جب اِمسال رمضان میں بیت النصر میں تراویاں پڑھاتے تھے سب نے تعریف کی اور جب میں عید کی نماز پر آئی تو سب نے ہر طرف سے مبارک باد دی کہ آپ کے بیٹے کی بہت اچھی تلاوت ہے اور ایسے میں دل خدا تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہو رہا تھا اور ایک ہی دعا نکلتی تھی کہ خدا نظرِ بد سے بچائے، ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہر قسم کے شر سے اِنہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔میں تو جتنا اللہ تعالیٰ کا شکرادا کروں کم ہے۔ میرے پاس تو وہ الفاظ ہی نہیں جن سے میں اُس کے احسانوں کا شکرادا کرسکوں۔

**سیکرٹری:۔۷۔** دوسری ماؤں اوران کے بچوں کے لئے آپ کیا پیغام دیں گی؟

**والدہ:۔** اِن ماؤں کو تو میں یہی پیغام دوں گی کہ اگر آپ اپنے بچے کو وقف کرتے ہو تو اِس نیّت سے وقف کرو کہ ہم اِن کو خدا کے نام پر وقف کر رہے ہیں۔جتنا آپ اِن بچوں کا تعلق جماعت اور مسجد کے ساتھ رکھو گے،اور حضور کی ہدایات پر عمل کرتے رہو گے تو آپ کو کوئی مشکل نہ ہوگی۔بچے انشاءاللہ آخری دم تک اپنے وقف کو نبھائیں گے۔

**سیکرٹری:۔۸۔** کوئی ایمان افروز واقعہ یاد ہو تو بتائیں؟

**والدہ:** انسان پر آزمائشیں بھی آتی ہیں مگر دعا کے ساتھ مدد مانگنی چاہیے ابھی تین سال ہوئے تھے مصور احمد کو جامعہ گئے ہوئے۔وہاں اِن کی طبیعت خراب ہوگئی اور اِن کو اسپتال بھیج دیا گیا۔یہ اس سال کا واقعہ ہے جس سال حضورِ انور نے قادیان جانا تھا۔ماں باپ ہونے کے ناطے ہمیں یہ تشویش اور فکر ہو رہی تھی۔ہم نے حضورِ انور کیخدمت میں خط لکھا کہ اِن کو ناروے بھیج دیا جائے تا کہ اِن کا مکمل چیک اپ کروایا جاسکے۔حضورِ انور نے اِنہیں گھر آنے کی اجازت دے دی۔ہم شام ۵ بجے اِنہیں گھر لے کر آئے اور اگلے دن صبح دس بجے ہمارے گھر فیکس آ گیا کہ حضورِ انور نے ان کی صحت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے فرمایا ہے جامعہ کی تعلیم جاری رکھنا مشکل ہے آپ اِسے کوئی اور تعلیم دلوائیں۔ جب مصور نے فیکس پڑھا تو گھبرا گئے کیونکہ یہ تو شوق سے گئے تھے دعائیں کرتی رہی اور درود شریف پڑھتی رہی۔میں ایک چھوٹے بچے کے ساتھ تھی وہ ناروجین بچہ بہت چھوٹا تھا اور اُس کو ابھی ٹھیک سے بولنا بھی نہیں آتا تھا مگر اُس نے کانوں تک ہاتھ کئے اور مجھے ایسا لگا کہ وہ اللہ اکبر کہہ رہا ہے۔مصور سے کہا بیٹا پریشان نہیں ہونا انشاءاللہ اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔مگر یہ بہت پریشان تھے۔ان کا چیک اپ کروایا،سب ٹیسٹ ٹھیک آئے۔حضورِانور لندن سے سفر پر روانہ ہو چکے تھے اور رابطہ بہت مشکل تھا مگر مصور احمد کا اصرار تھا کہ میں نے جامعہ جانا ہے۔ حضورِ انور جہاں جہاں اس دورے میں گئے وہاں وہاں ہم نے حضور کو خط فیکس کئے۔اِس دوران دُعاؤں کا بہت موقعہ ملا۔حضور تقریباً ایک ماہ تک دورہ پر رہے وہ ماہ ہم نے کس طرح کاٹا وہ ہم ہی جانتے ہیں حضور کے واپس آنے کے ایک ہفتہ بعد ہمیں مکرم وکیل التبشیر کی طرف سے فیکس موصول ہوا کہ پیارے حضورِ انور نے ازراہِ شفقت اجازت دے دی ہے کہ بچہ جامعہ شروع کرسکتا ہے۔ہم نے اُسی وقت شکرانے کے نفل ادا کئے۔ یہ

محض خدا کا فضل تھا۔ ہم میں تو اتنی طاقت نہ تھی کہ ہم مصور کو دوبارہ جامعہ شروع کرواسکتے۔

آج یہ وہی بچہ ہے جسے حضور شاہکار کے نام سے بلاتے ہیں۔ ایک دفعہ مصور احمد نے اپنا نام خط میں کچھ اس طرح لکھا ''مصور احمد شاہ کار'' حضور انور نے اپنے دستِ مبارک سے درست کر کے ''شاہکار'' لکھا۔ جب بھی ملاقات پر جاتے ہیں حضور انور یہی کہتے ہیں یہ میرا شاہکار ہے ۔جب مسجد بیت النصر کے افتتاح کے موقع پر حضورِ انور ناروے آئے اور ہمیں ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہمیں فرمایا کہ اب یہ آپ کا نہیں ہمارا ہے۔ ہم نے کہا کہ حضور جب وقف کر دیا تو یہ جماعت کے ہی ہیں۔ فرمانے لگے کہ اگر آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ یہ آپ کے پاس آجائیں گے تو ایسا نہیں ہے۔ ہم نے کہا حضور یہ آپ کے پاس رہیں اس سے بڑی خوش قسمتی تو ہو ہی نہیں سکتی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

## مکرمہ طاہرہ زرتشت صاحبہ والدہ مربی و مبلغ سلسلہ مکرم سفیر احمد زرتشت صاحب:

**سیکرٹری:۔** ا۔ آپ کے دل میں بچے کو وقف کرنے کا خیال کب اور کیسے پیدا ہوا؟

**والدہ:۔** تمام امور اللہ تعالیٰ کی منشا، اس کی مرضی اور اس کے فضل کے ساتھ انجام پاتے ہیں۔ اگر اس کا فضل شامل حال نہ ہو تو کچھ بھی ممکن نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آپ جانتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں چھ بیٹیوں سے نوازا تھا اور ہماری کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس سلسلہ میں ہمارے لئے بہت دعائیں کیں اور بار بار ہمیں توجہ بھی دلائی کہ ہمت نہیں ہارنی۔ ۱۹۸۶ء میں جب ہم ہجرت کر کے ناروے آئے تو عین ان دنوں میں حضور پُرنور بھی ناروے تشریف لائے۔ حضور نے ملاقات کے وقت پہلا سوال یہی پوچھا کہ حبۃ الرحمٰن تو اب بڑی ہوگئی ہے کوئی خوشخبری ہے۔ میں نے فوراً ہی جواب دیا کہ حضور اب ان کے نیک نصیب ہونے کی دعا فرمائیں مجھ میں اب ہمت نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ کیوں ابھی تو آپ دونوں جوان ہیں مایوسی کی کوئی بات نہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو نیک بیٹا عطا فرمائے گا میں دعا کر رہا ہوں۔ میں جب پھر امید سے ہوئی تو ہم نے حضور پرنور کو اطلاع دی اور ساتھ ہی اس بچہ کو جو ابھی پیدا نہیں ہوا تھا وقف کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ حضور کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے خاص فضل فرمایا اور شادی کے چودہ سال بعد خدا تعالیٰ نے بہنوں کو بھائی اور ہمیں ایک پیارا سا بیٹا عطا فرمایا۔ جس کا نام بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے از راہ شفقت سفیر احمد زرتشت تجویز فرمایا۔ حضور رحمہ اللہ نے اس کی پیدائش پر فون کر کے مبارکباد دی اور بے حد خوشی کا اظہار فرمایا۔ حضور پُرنور کی ہمشیرہ صاحبزادی سیّدہ امتہ الجمیل صاحبہ نے بھی مبارکباد کا خط لکھا اور فرمایا کہ حضور نے اپنے گھر میں بڑے پُر جوش انداز سے یہ خوشخبری سنائی کہ زرتشت کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا ہے۔

**سیکرٹری:۔۲۔** کیا آپ کے بیٹے نے خود یا آپ کی تحریک پر جامعہ جانے کا فیصلہ کیا؟

**والدہ:۔** اس سلسلہ میں بات یہ ہے کہ جب سفیر احمد زرتشت نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اس کا رزلٹ بہت اچھا تھا۔ ہماری بھی اور سفیر کی بھی یہی خواہش تھی کہ کالج کے تین سال مکمل کرنے کے بعد جامعہ جائے۔ اس نے راہنمائی کے لئے حضور کی خدمت میں خط لکھا کہ کالج سے فارغ ہونے کے بعد آؤں یا پہلے آجاؤں۔ ہم بھی بہت دعا کر رہے تھے۔ اسی تذبذب کی کیفیت میں مَیں نے ایک رات ایک عجیب خواب دیکھا جو آج بھی میرے دل پر نقش ہے۔،،،،، وہ یہ کہ زرتشت صاحب ڈرائنگ روم کے فرش پر بیٹھے ہیں اور بیٹھنے کا انداز ایسا ہے، جیسے کوئی جانور ذبح کرنا ہو اور انتظار کر رہے ہوں کہ وہ لایا جائے۔ میری گود میں کمبل میں لپٹا ہوا چند ماہ کا بچہ ہے جسے میں نے چھاتی سے لگایا ہوا ہے اور میرا دل انتہائی افسردہ اور ملول ہے۔ اس کیفیت کو مَیں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی۔ مجھے معلوم ہے کہ اِسے ہی ذبح کرنے کے انتظار میں زرتشت صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ مَیں کچھ دیر اُسے سینے سے لگائے کھڑی رہتی ہوں اور پھر بڑے کرب کی حالت میں اپنا مُنہ دائیں طرف کرتے ہوئے بچہ اُن کے حوالے کر دیتی ہوں۔ کیونکہ وہ منظر دیکھنے کی مجھ مَیں تاب نہیں مگر یہ جانتی ہوں کہ ایسا کرنا ہی ہے۔،،،،، اِدھر میں نے یہ خواب دیکھا اور اگلے ہی دن سفیر احمد زرتشت کو حضور کی طرف سے خط موصول ہوا کہ ''ابھی آجاؤ اور جامعہ میں داخل ہو جاؤ۔''

لہذا اس طرح ہمیں خواب کی تعبیر بھی سمجھ آگئی اور ہم نے اُسے جامعہ بھجوا دیا۔

**سیکرٹری:۔** ۳۔ جامعہ بھیجنے کے بعد آپ کے کیا جذبات تھے؟

**والدہ:۔** سفیر کے جامعہ جانے کے بعد اُس کی جُدائی بہت ہی گراں گزری۔ کیونکہ باوجود چھوٹا ہونے کے اس کا گھر میں بھرپور کردار تھا جو بڑے بچوں والا ہوتا ہے۔ بہت پیاری اور بہت محبت کرنے والی اور نیک طبیعت ہے۔ اپنے ابّا کے اکثر کام بڑی خوشی سے انجام دیتا۔ اُن کو گاڑی تک چھوڑنے جانا اِس کا معمول تھا۔ سب اُس کی کمی محسوس کرتے تھے۔ مگر میری کیفیت ایسی تھی کہ مَیں بیٹھے بیٹھے بے اختیار زاروقطار رونے لگتی۔ گھر میں ناشتہ بناتے، کھانا پکاتے، اُس کی پسند ناپسند کو یاد کر کے دل بے قابُو ہوجاتا۔ اِنہی دنوں میں ہمیں لندن جانے کا اتفاق ہوا اور حضور پُرنور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے مُلاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضور نے استفسار فرمایا! کہ بیٹے کو مل آئے ہو۔؟؟؟ بس حضور کا یہ فرمانا تھا کہ میری آنکھوں سے اَشکوں کی برسات لگ گئی۔ باوجود کوشش کے میرے ضبط کے سارے بندھن ٹُوٹ گئے۔ حضور پُرنور نے مُسکرا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا! بیٹیاں شادی کے بعد رُخصت ہوگئیں یا نہیں؟؟ مَیں نے بمشکل کہا! جی حضُور۔ تب حضُور نے فرمایا! یہ تو آپ کا تھا ہی نہیں یہ ہمارا تھا اور ہمارے پاس آ گیا۔ اِس میں رونے کی کیا بات ہے؟؟ اب نہیں رونا! ٹھیک ہے!! مَیں نے اثبات میں سرہلایا۔ عجیب بات ہے۔ مَیں آج بھی سوچ کر حیران رہ جاتی ہوں کہ حضُور پُرنور کا یہ فرمانا تھا کہ میرا دل ٹھہر سا گیا اور میرے دل کو ایسی تسکین ہوئی کہ پھر کبھی بھی جُدائی کے خیال سے نہیں رَوئی۔ ہاں دُعا کرتے ہوئے، ایک تضرّ ع کی کیفیت ہوتی ہے اور وہ بالکل الگ چیز ہے۔

**سیکرٹری:۔** ۴۔ آپ بچے میں ہر سال کیا تبدیلی محسوس کرتی تھیں؟

**والدہ:۔** جامعہ کا پہلا سال مشکل تھا۔ میں نے دیکھا اور محسوس کیا کہ جب چھٹیوں میں گھر آتا تو وہ پہلے جیسی شوخی، وہ بھائی کے ساتھ شرارتیں، لاڈ پیار کی بجائے کچھ خاموش خاموش سا رہنے لگا۔ ایک دفعہ چھٹیوں ہی میں گھر آیا تو میں نے اِس کے لئے کمرہ تیار کیا اور ضرورت کی ہر چیز رکھی۔ اور کہا کہ بیٹا مَیں نے کمرہ تو تیار کر دیا ہے مگر یہ آپ کا اپنا گھر ہے جہاں چاہے سوئیں اور رہیں۔ جواباً کچھ سوچ کر کہنے لگے، اُمّی! آپ میرے لئے تردّد نہ کیا کریں۔ وقفِ زندگی کا کوئی گھر نہیں ہوتا۔ مَیں نے اُسے ساتھ لگایا، پیار کیا اور سمجھایا کہ پیارے بیٹے وقفِ زندگی کے لئے خدا تعالیٰ نے نہ جانے کیا کیا نعمتیں پیدا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ وقت کے ساتھ ساتھ عطا کرتا رہے گا۔ وہ اپنے بندوں کو محروم نہیں رکھتا۔ اُس کے بعد ہر سال مَیں نے دیکھا کہ طبیعت میں ایک ٹھہراؤ آ گیا۔ ذمّہ داری کا احساس، تحمّل بردباری اور طبیعت کی اُداسی بھی دور ہوتی گئی۔ نماز اور تلاوت کی عادت تو بفضلِ تعالیٰ بچپن سے ہی پُختہ تھی۔ اب نماز باجماعت کی عادت پُختہ ہوگئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت اور پیار کا تعلق اور بڑھتا گیا۔ خلیفۂ وقت سے لگاؤ کا رشتہ اور گہرا ہوا اور اپنے اساتذہ کا عزّت سے ذکر کرنا۔ ہر قسم کے حالات میں رہنے کی عادت ہوگئی۔ وقت کے ساتھ وہ بالکل تبدیل ہوگیا۔

**سیکرٹری:۔** ۵۔ آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے جب وہ مربی کی حیثیت سے ہم میں موجود ہیں؟

**والدہ:۔** یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اُس نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ وہ اپنی جامعہ کی تعلیم مکمل کر سکا۔ مگر یہ بات ہمیں بھی اور اُسے بھی یاد رکھنی چاہیے کہ یہ تو ابھی صرف آغاز ہوا ہے۔ یہ سفر بہت لمبا اور دشوار گزار ہے۔ قدم قدم پر بڑے مشکل مرحلے اور امتحان آتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ اپنے ایمان میں پُختہ ہیں کہ نہیں۔ اِن کی تو ساری زندگی وقف ہے اور ایک طویل سفر ان کو درپیش ہے۔ تقویٰ سے زندگی گزارنے اور بہت دعائیں کرنے کی ضرورت ہے تا کہ انجام بخیر ہو۔ خدمتِ دین کوئی آسان کام نہیں۔ ہوں۔ اگر خُدا کا فضل شاملِ حال نہ ہو تو یہ مرحلے طے نہیں ہوتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شعر ہے۔

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لُطف
پھر خُدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غُبار

لہذا یہ مقامِ خوف ہے۔ ہر وقت خُدا تعالیٰ سے ڈرنے اور دعائیں کرنے کا ہے نہ کہ کسی فخر یا بڑائی کا۔ مَیں بھی دُعا کرتی ہوں کہ خُدا تعالیٰ اِن کو ایسے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو خُدا کے حضُور مقبول ہوں۔ اور سلسلۂ عالیہ احمدیہ کو اِن کے وُجود سے طاقت اور شوکت نصیب ہو۔ مَیں سمجھتی ہوں کہ ماں ہونے کے ناطے میری ذمّہ داری اور بڑھ گئی ہے بہت استغفار اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔ خُدا تعالیٰ دستگیری کرے اور انجام بخیر ہو۔

**سیکرٹری:۔ ۶۔** دوسری ماؤں اور ان کے بچوں کے لئے آپ کیا پیغام دیں گی؟

**والدہ:۔** واقفِ نو بچوں کی ماؤں کو میرا یہ پیغام ہے کہ وہ بچپن سے ہی ان کی اعلیٰ رنگ میں تربیت کے لئے عملی کوشش کریں اور بہت دعائیں کریں۔ اور خُود اُن کے لئے بہترین نمونہ بنیں۔ اس کے علاوہ جو سب سے اہم بات ہے وہ یہ کہ ہماری دعائیں یا ہماری کوششیں کچھ کام نہیں کر سکتیں جب تک خُدا کا فضل نہ ہو۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ہر وقت اپنے خلیفۂ وقت کی بات کو سنیں اور اس پر عمل کریں کیونکہ ہر خطبہ میں حضور انور ساری جماعت کے لئے بھی اور وقفِ نو کے لئے تو خاص ہدایات ہوتی ہیں حضور پُر نور تقریباً ہر موقع پر ملکوں کے دورے کرتے ہوئے گاہے بگاہے راہنمائی کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے اور وہ مائیں جو بچوں کو وقف کرتی ہیں ہر وقت کان لگائے رکھیں خلیفۂ وقت کی آواز کی طرف کہ اب کیا کہا ہے اور پھر اس کا جائزہ لیں کہ کیا میں وہ کر رہی ہوں جو خلیفۂ وقت نے کہا ہے۔ تو پھر جب وہ کوشش کریں گی اور دعائیں کریں گی تو پھر خُدا تعالیٰ اپنے بندوں کو مایوس نہیں کیا کرتا۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

## مکرمہ فائزہ فواد صاحبہ والدہ مربی و مبلغ سلسلہ مکرم طاہر محمود خان صاحب:

**سیکرٹری:۔۱۔** آپ کے دل میں بچے کو وقف کرنے کا خیال کب اور کیسے پیدا ہوا؟

**والدہ:۔** خدا کے فضل سے طاہر کو ہم نے وقف تو پیدائش سے پہلے ہی کر دیا تھا اور اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ کا ذکر کرتی ہوں کہ جب میں امید سے تھی تو ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ بیٹی ہے۔ میری خواہش تھی کہ بیٹا ہو اور اسے ہم وقف کریں۔ لیکن میں پھر بھی خوش تھی کہ میری ایک ہی پہلے بیٹی ہے۔ اس سے قبل ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے شوہر مکرم فواد محمود خان صاحب کے پاس تین طوطے ہیں اور وہ سب سے چھوٹے طوطے کے ساتھ بہت پیار کر رہے ہیں۔ جب ڈاکٹر نے بتایا کہ بیٹی ہے تو مجھے محسوس ہوا کہ خواب تو کچھ اور دیکھی ہے۔ لیکن میرے دل کو ڈاکٹر کی بات پر یقین نہیں آتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر نے بتایا کہ بیٹا ہے تو میں نے کہا کہ اب تو دیکھ کر ہی یقین کروں گی۔ پھر جب طاہر ذرا بڑے ہوئے اور کلاسز پر جانا شروع کیا تو یہ بولتے بہت کم تھے۔ بہت خاموش طبع تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ ان دنوں ناروے آئے تو میں نے حضور سے ملاقات کے دوران عرض کی کہ حضور مجھے بہت فکر ہے طاہر کی کہ ہم نے اسے وقف تو کر دیا ہے مگر یہ بولتا نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا۔ آپ فکر نہ کرو۔ یہ پھر اتنا بولے گا کہ آپ مجھے شکایت کریں گی کہ حضور یہ بہت بولتا ہے۔ اس کے بعد اللہ کے فضل سے ایک نمایاں فرق نظر آیا۔

**سیکرٹری:۔۲۔** کیا آپ کے بیٹے نے خود یا آپ کی تحریک پر جامعہ جانے کا فیصلہ کیا؟

**والدہ:۔** بچے جو کلاسز پر جاتے تھے وہیں ایک دن مکرم امیر صاحب کو حضور کا لیٹر آیا تھا یا فون آیا تھا کہ لندن میں جامعہ کھل رہا ہے۔ تو آپ وہاں بچوں سے پوچھیں۔ اس دن بچے کلاس پر ہی تھے اور وہیں مکرم امیر صاحب نے بچوں سے پوچھا کہ آپ میں سے کس کس نے جامعہ جانا ہے۔ تو طاہر وہاں اپنا نام لکھوا آیا اور گھر آ کر شام کو مجھے بتایا کہ امی میں نے جامعہ کے لئے نام لکھوا دیا ہے۔ اس کے ابّا کی خواہش تھی کہ میرا بیٹا مربی بنے تو اس کے اس فیصلہ سے اس کے ابّا بہت خوش ہوئے اور اُس دن سے خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو کامیاب فرمائے اور مبلغ سلسلہ بنائے۔

**سیکرٹری:۔۳۔** جامعہ بھیجنے کے بعد آپ کے کیا جذبات تھے؟

**والدہ:۔** بہت خوشی تھی۔ پہلی بار بچے جامعہ جا رہے تھے۔ میں خود بھی افتتاح پر گئی تھی۔ اس وقت وہاں پر میرا تمام جسم کانپ رہا تھا اور آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔ جتنی دیر حضور تقریر کرتے رہے میں روتی رہی۔ حضور کے الفاظ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ میری روح تک اُتر رہے ہیں اور لگتا تھا کہ میں خوش قسمت لوگوں میں سے ہوں کہ میرا بچہ جامعہ میں جا رہا ہے۔

طاہر جب گئے ہیں تو بہت چھوٹے تھے تو میرے دل کو بہت گھبراہٹ ہوتی تھی اور مجھے نیند نہیں آتی تھی اور میں دعا کرتی تھی۔ تو خدا تعالیٰ خواب میں یا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خواب میں آ کر تسلی دیتے تھے۔ تو مجھے اس سے بہت سکون ملتا تھا اور بے چینی اور گھبراہٹ کی کیفیت ختم ہو جاتی تھی۔

**سیکرٹری:۔۴۔** آپ بچے میں ہر سال کیا تبدیلی محسوس کرتی تھیں؟

**والدہ:۔** ایک روحانی تبدیلی واضح طور پر نظر آئی۔ جن باتوں سے مائیں

بچوں کو منع کرتی ہے انہیں خود احساس پیدا ہو گیا تھا کہ یہ غلط بات نہیں کرنی۔ مثلاً نماز کے وقت پر خود نماز کے لئے اُٹھنا اور بہت ساری ایسی باتیں ہیں جس سے صاف نظر آتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے ان کی دنیاوی خواہشوں کو ختم کر دیا تھا۔ چھٹیوں پر گھر آتے تو ان سے جب بھی پوچھتی کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو ہمیشہ ان کا یہی جواب ہوتا کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ خود ہی صبر اور شکر دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

**سیکرٹری:۔** ۵۔ آج آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے جب کہ وہ مربی کی حیثیت سے ہم میں موجود ہیں؟

**والدہ:۔** بہت خوشی ہوتی ہے۔ یہ خوشی ایسی ہے کہ انسان الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے دین و دنیا کی ہر چیز مجھے مل گئی ہے۔ جامعہ سے فون آیا کہ طاہر کامیاب ہو گئے ہیں اور اب جب ان کے نام کے ساتھ مبلغ لکھا جاتا ہے تو بہت خوشی ہوتی ہے۔ جس طرح بچہ عام تعلیم حاصل کر کے آتا ہے تو خوشی ملتی ہے لیکن طاہر کے کامیاب ہونے سے جس طرح روح کو سکون ملتا ہے۔

**سیکرٹری:۔** ۶۔ دوسری ماؤں اور ان کے بچوں کے لئے آپ کیا پیغام دیں گی؟

**والدہ:۔** میرا ماؤں کو یہی پیغام ہے کہ ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ اس سلسلہ میں کبھی بھی کوئی مشکل آئے تو انہیں سمجھائیں کہ مشکلیں تو آتی رہتی ہیں لیکن جو بعد میں ان کو جو پھل ملے گا اس کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی ہیں۔ اس لئے والدین کو بھی گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ ان کی خوش قسمتی ہے کہ ان کے بچے جامعہ جا رہے ہیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

## حاشیے کے اُوپر دیئے گئے اشعار

درثمین سے لئے گئے ہیں۔

## ایک پُکار

کیا التجا کروں کہ مجسّم دُعا ہُوں مَیں
سرتا بہ پا سوال ہُوں سائل نہیں ہُوں مَیں

میری خطائیں سب ترے غفراں نے ڈھانپ لیں
اب بھی نگاہِ لُطف کے قابل نہیں ہُوں مَیں!

وحشت مری نہیں ابھی ہم پایۂ جنُوں
اہلِ خرد پہ بار ہُوں عاقل نہیں ہُوں مَیں

میرا کوئی نہیں ہے ٹھکانا ترے سوا
تیرے سوا کسی کے بھی قابل نہیں ہُوں مَیں

مِٹتی ہُوئی خودی نے پُکارا کہ اَے خُدا!
آجا کہ تیری راہ میں حائل نہیں ہُوں مَیں

یہ راگ دِل کا راز ہے سُن درد آشنا
کُچھ ہمنوائے شورِ عنادل نہیں ہُوں مَیں

(از دُرِّعدَن صفحہ ۸۶)

# خطاب محترمہ آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ حرم حضرت خلیفتہ المسیح الثالثؒ

لجنہ اماءاللہ ناروے

محترمہ آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ کا یہ خطاب جو انہوں نے مورخہ 10.9 2013 بیت النصر اوسلو میں لجنات سے فرمایا زینب میں اشاعت کی خاطر کسی قدر اختصار سے پیش کیا جا رہا ہے۔

تشہد،تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ ال عمران کی ۳۲ اور ۳۳ آیات تلاوت کیں۔

۳۲۔ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ط وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔

۳۳۔ قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ۔

سب سے پہلے آپا جان نے اس بات پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اکتیس سال پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زندگی میں ناروے آنے کا جو پروگرام بنا تھا اور اس وقت پورا نہ ہو سکا تھا اس کو خدا تعالیٰ نے اب پورا کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ الحمدللہ رب العالمین۔

تلاوت کردہ آیات کے حوالے سے ممبرات کو انکی ذمہ داریوں اور چند اہم امور کی طرف توجہ دلائی۔ اس بات کی اہمیت پر روشنی ڈالی کہ خدا، اسکے رسول اور اس کے نائبین کی اطاعت کس قدر اہم اور ضروری ہے۔ اور دراصل انسانی زندگی کا دارومدار اسی پر ہے۔ اور اس حکم سے روگردانی کر کے نہ ہمارا دین رہتا ہے نہ دنیا رہتی ہے۔

اس کے بعد آپا جان نے مختصراً جاندار چیزوں میں ارتقائی عمل اور مذاہب کی تاریخ میں درجہ بدرجہ ارتقا کا ذکر کیا اور یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر سب سے ممتاز کر دیا۔ اور ہر زمانے میں انسان کی درجہ بدرجہ روحانی ترقی کے لئے انبیاء آتے رہے حتیٰ کہ سب سے آخر پر دین کو کامل کرنے کے لئے اور تا قیامت بنی نوع انسان کے لئے ہر قسم کا علم کا خزانہ مہیا کرنے کے لئے حضورﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ کے ذریعہ قرآن جیسی کامل کتاب عطا فرمائی۔ اور اس سب سے مقصد یہ تھا کہ انسان خدا کی عبادت کرے اور اس کی محبت حاصل کرے۔ اور یہی انسان کی معراج اور اسکی پیدائش اور روحانی ترقی کا آخری نقطہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس معراج تک پہنچنے کا راستہ بھی سکھا دیا یعنی رسول اللہ کے اسوہ پر عمل کر کے ہم پیدائش کے مقصد کو پا سکتے ہیں۔ کیوں کہ حضورﷺ کا اسوہ اور اخلاق قرآن کریم کی عملی تصویر ہیں۔

حضورﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اس کامل شریعت اور کلام کی حفاظت کے سامان ہمیشہ کئے۔ جیسا کہ حضورﷺ کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کا سلسلہ جاری ہوا، پھر ہر صدی کے سر پر مجدد آتے رہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے تیرہ سو سال گذرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تا کہ وہ دین اسلام کو زندہ اور تر و تازہ رکھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت سی جگہوں پر اپنے آنے کا مقصد بیان فرماتے ہیں۔ ایک حوالہ آپ کو مَیں اس ضمن میں پڑھ کر سناتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ بعد میں خلفاء کو یا مجددین کو کیوں بھیجتا ہے۔ **حضور علیہ السلام** فرماتے ہیں۔

"**اب اتمام حجت کیلیے** میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اُسی کے موافق جو ابھی میں نے ذکر کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راست بازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملے سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اوباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ سوائے حق کے طالبو سوچ کر دیکھو کیا یہ وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں اسلام کے لئے آسمانی مدد کی ضرورت تھی"

(روحانی خزائن کمپوٹرائز ایڈیشن جلد ۵ صفحہ ۲۵۱ آئینہ کمالات اسلام)

آپا جان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی روشنی میں **نوجوان بچیوں کو علم کے حصول** کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

**پہلی چیز جس کی طرف ہم نے توجہ دینی ہے وہ علم ہے۔** آپ اپنے دلوں میں جھانک کر اس طرف دیکھیں کہ آپ کی قرآن کریم کے علم کو سیکھنے میں اور دین

کے علم کو سیکھنے میں اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کو پڑھنے میں کس قدر دلچسپی ہے۔ آنحضورﷺ جن کی پیروی کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے کہ میری محبت حاصل کرنی ہے تو اس رسول کے پیچھے چلو اس کی باتوں پر عمل کرو۔ ان کی سیرت اور اطوار کو جاننے میں اور تفصیل میں جانے کے لئے ہم کتنی کوشش کرتے ہیں۔ اٹھارہ سال کی عمر آپ کے ہاں بھی بچیاں بالغ ہوجاتی ہیں اور سکولوں کالجوں میں اچھی خاصی پڑھائی بھی حاصل کر لیتی ہیں لیکن کیا اٹھارہ سال کی ہر لڑکی، لڑکے نے قرآن کریم کا ترجمہ بھی سیکھ لیا اتنی اچھی طرح سے کہ جب وہ پڑھ رہا ہو ناظرہ قرآن شریف تو اس کو ساتھ کے ساتھ اس کا ترجمہ سمجھ آئے میرا خیال ہے نہیں۔ کیا صورت حال ہے یہاں آپ کے مختلف ہے یا باقی دنیا جیسی ہے۔ صدر صاحبہ لجنہ فرما رہی ہیں کہ بیس سیپاروں کی تفسیر آپ نے سیکھی ہے۔ بہت اچھا اور خوش کُن قدم ہے۔ لیکن پھر ایک دفعہ نوجوان نسل کو توجہ دلاؤں گی۔ اگر آپ دنیا میں جتنے مرضی علوم حاصل کر لیں جو مرضی بن جائیں جتنی مرضی آپکو کامیابیاں حاصل ہو جائیں اور دنیا کی آپ کو آسائش اور آرام سب کچھ بھی مل جائے لیکن اگر خدا کے ساتھ آپ کا قرب کا اور محبت کا تعلق نہیں ہے تو اس کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔ وہ تو پھر دنیا میں جو دوڑ سامان تعیّش کی ہے یا اموال کی ہے یا جائیدادوں کی ہے یا دولتوں کی ہے اس میں تو پھر کوئی انتہا ہی نہیں یہ تو پھر آگے سے آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور دنیا بڑے شوق سے رسالوں میں چھاپتی ہے یہ سو دنیا کے امیر ترین لوگ یا عورتیں ہیں۔ اگر آپ ان کی جا کے کبھی کہانیاں سن لیں یا پڑھ لیں یا ان سے کوئی واسطہ پڑ جائے تو سب بے سکونی کا شکار ہیں۔ تو اصل راحت اور اصل سکون جو ہے وہ دنیا کے اموال میں نہیں ہے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ ان کی بھی ایک اپنی حیثیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فقر سے اور تنگی سے اور تکلیف سے انسانوں کو محفوظ رکھے۔ دنیا کے اموال کو حاصل کرنا یا انکی ایک حد تک تمنّا کرنا غلط نہیں ہے۔ ان کی بھی ضرورت ہوتی ہے لیکن صرف ان کے پیچھے دوڑے چلے جانا وہ حماقت ہے اور بیوقوفی ہے اس سے پھر انسان نہ دین کا رہتا ہے نہ دنیا کا۔ اصل جو ہمارا مطمع نظر ہے وہ ہے خدا تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنا اور یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی محبت ہم حاصل کریں گے یا خدا سے پیار کریں گے تو خدا پر کوئی احسان کر دیں گے۔ خدا کو کیا فرق پڑے گا۔

مَیں آپ کے ملک کے ہی نظارے پچھلے تین چار دنوں سے خوب دیکھ رہی تھی۔ اتنے عظیم الشان پہاڑ اور ان میں بعض اتنے ہیبت ناک مناظر اور بعض خوشگوار مناظر دیکھ کر خدا تعالیٰ کی صنّاعی اور اس کی طاقتوں کا تھوڑا سا اندازہ ہوتا ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ کتنا طاقتور خدا ہے۔ کتنی قدرتوں کا مالک یہ خدا ہے۔ جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا۔ تو کیا اس کو کوئی ضرورت ہے کہ ہم پانچ نمازیں ٹھونگے ماریں، سوتے جاگتے پڑھ رہے ہیں، کبھی جمع کر رہے ہیں اور کبھی قصر کر رہے ہیں کبھی کچھ۔ اس کو تو کچھ فرق نہیں پڑتا۔ فرق ہمیں پڑتا ہے کیونکہ ہم اگر خدا کی عبادت نہیں کرتے اور خدا کی محبت کو حاصل نہیں کرتے تو ہمارے دلوں کو اطمینان اور سکون نہیں ملتا۔ اور اصل جو نعمت ہے وہ دل کے سکون کی نعمت ہے۔ آخری جو معراج ہے انسان کی کامیابی کی اس کو قرآن کی زبان میں نفسِ مطمئنہ کہا گیا ہے۔ کہ ایسا اطمینان یافتہ نفس ہو جائے کہ اس کو جو اللہ دے وہ اس میں راضی رہتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

ے هو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلا هو
راضی هیں هم اسی میں جس میں تیری رضا هو

یہ جو ہمارے بزرگوں کے اشعار ہیں ہم دن رات سنتے رہتے ہیں۔ ہم نے ان پر غور نہیں کیا ہوتا۔ کتنے تجربوں میں سے گزر کر ان کے مونہوں سے یہ باتیں نکلتی ہیں۔ اور یہ لوگ جو اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں وہ واقعتاً راضی ہوتے ہیں۔ ان کو پھر دنیا کی کوئی آزمائش آجائے یا کوئی تکلیف یا بیماری آجائے۔ کچھ آجائے۔ اللہ تعالیٰ سے ایسے آرام یافتہ ان کے نفس ہو جاتے ہیں کہ انہیں بے چین نہیں کرتے، ان کے دل کا سکون نہیں چھینتے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو دعوت دی ہے۔ آؤ میرے سے محبت کرو میں تم سے محبت کرونگا۔

ہم تو خُدا تعالیٰ کے فضل سے اس لحاظ سے بہت خوش قسمت ہیں کہ ہمیں وہ راہنمائیاں میسّر ہیں اور خدا کے پیاروں نے ہمیں ان رستوں پر چلایا ہوا ہے آپ کے بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا کی کہ انھوں نے وقت کے نبی کو قبول کیا اور اُن کی بتائی ہوئی راہوں پر چلے۔ ان کے پھل جو ہیں وہ آپ کھا رہے ہیں۔ آج آپ جو قربانیاں کریں گی یا اُن راہوں پر چلنے کی کوشش کریں گی۔ اس کے پھل آئندہ آپ کی نسلیں کھائیں گی۔ اگر آپ نے اس سے لاپرواہی برتی تو پھر آئندہ آپ کی نسلوں کی کوئی ضمانت نہیں کہ وہ ان

پھلوں کو حاصل کر سکیں یا نہ کر سکیں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی خواتین ہونے کی حیثیت میں، احمدی بچیاں ہونے کی حیثیت میں آپ کے کندھوں پر جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا پہلا قدم علم کا قدم ہے۔ آپ کو جب خود ہی پتہ نہیں ہوگا کہ کن راہوں پر چل کر آپ نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے قریب کرنا ہے تو دوسروں کو کیا بتائیں گی۔ اس لئے علم حاصل کرنا لازمی بات ہے اور قرآنِ کریم کے علم کا آپ کو براہِ راست پتہ ہونا چاہیے نہ کہ دوسروں کے ذریعے سے۔ جب آپ دنیا کے علوم حاصل کرتی ہیں تو استادوں سے راہنمائی لیتی ہیں لیکن جبتک آپ خود براہ راست اس کتاب کو یا اس علم کو نہ پڑھیں تب تک آپ کو صحیح علم حاصل نہیں ہوتا۔ راہنمائی دینے والوں کا اپنا ایک رول ہے جوہ ادا کرتے ہیں لیکن اصل فائدہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب آپ خود وہ تجربہ کرتی ہیں جب تک آپ قرآن کریم کے علوم کو خود اس طرح سے پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کریں گی ان کی تفاسیر کو، ان بیانات کو، آنحضرتﷺ کی سیرت کو، آپﷺ کی احادیث کو، کہ آپ کو براہِ راست پتہ ہو کہ میرا خدا مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ کیونکہ ہم میں سے یہ کوئی بھی نہیں چاہے گا کہ ہمارا خدا ہم سے ناراض ہو یا دور ہو۔ ہماری فطرت میں اس کی محبّت ڈال دی گئی ہے اور بعض دفعہ ہمیں پتہ نہیں بھی چلتا اور کتنے لوگ ہمارے اردگرد پھر رہے ہیں ان کو تو کوئی تڑپ نہیں ہے خدا سے ملنے ملانے کی۔ جب انسان غفلت میں پڑ جائے تو اس چیز کا احساس مٹ جاتا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم اور آنحضورﷺ کے اُسوہ کا علم ہونے کا یہی مطلب ہے کہ ہمیں یہ پتہ ہو کہ کس بات کے کرنے سے ہمارے خدا نے راضی ہونا ہے اور کس بات سے ناراض ہو جانا ہے۔

**پھر آپا جان نے ممبرات کو پردہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔**

''بہت دفعہ آپ کو ایک بات کی طرف بحیثیت لجنہ توجہ دلائی جاتی ہے وہ ہے پردہ۔ پردہ بھی قرآن کریم کے انہی سات سو یا سات سو سے زائد احکامات میں سے ایک حکم ہے جس طرح سے کہ باقی دوسرے حکم ہیں اور اس کے کرنے یا نہ کرنے سے بھی اسی طرح فائدہ یا نقصان ہے جس طرح باقی کسی حکم کے کرنے یا نہ کرنے سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ہم مانیں گے تو ہمیں اس سے فائدہ ہو جاتا ہے اور راضی بھی اللہ انہی باتوں سے ہوتا ہے جو دراصل ہمارے ہی فائدے کے لئے ہوتی ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔ اس کی بادشاہی میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم میں سے کسی ایک نے منہ لپیٹ لیا تو کیا اس کو فرق پڑے گا نہ لپیٹا تو کیا فرق پڑے گا بات یہ ہے کہ اس کے لپیٹنے اور نہ لپیٹنے سے نقصان ہمارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین میں جو ہمیں بتایا کہ میں ان باتوں سے ناراض ہوتا ہوں وہ دراصل ہمیں ہی نقصان پہنچا رہی ہوتی ہیں ہمیں سمجھ آئے یا نہ آئے اور اس کی آسانی سے مثال اس طرح سمجھ لیں کہ جب بچہ بالکل چھوٹا ہوتا ہے سال ڈیڑھ سال کا یا اس سے بھی چھوٹا اب اس کو نہیں پتہ کہ گرم استری آپ نے رکھی ہوئی ہے اور وہ اسے ہاتھ لگائے گا تو جل جائے گا۔ وہ کہے گا ماں کیوں مجھے گھسیٹ گھسیٹ کر اس سے پرے دھکیل رہی ہے یا ڈانٹ رہی ہے اسکو نہیں پتہ کہ ہاتھ لگائے گا تو جل جائے گا اور وہ بہت زیادہ تکلیف اٹھائے گا۔ اور خدا کے بارے میں آنحضورﷺ فرماتے ہیں کہ وہ ایک ماں سے زیادہ محبت کرتا ہے اپنی مخلوق سے۔ جس طرح ماں تڑپتی ہے اپنے بچے کے لئے کہ اس کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے اس کو ہر بُری جگہ سے اور ہر تکلیف سے اسے بچانا چاہتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اپنی مخلوق سے۔ وہ نہیں چاہتا کہ ہم کوئی تکلیف اٹھائیں وہ نہیں چاہتا کہ مستقبل میں ہمیں کوئی نقصان پہنچے۔

**اس کے بعد آپا جان نے سود کے نقصانات کے بارے میں بتایا:۔**

سود سے بھی اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے کہ سود نہ دو نہ لو۔ اب دنیا کی اکانومی جو ہے وہ ایک مصیبت میں مبتلا ہے۔ وہ جو پنجابی میں کہتے ہیں ٹھُمنے دے دے کر اس کو گرنے سے بچا رہے ہیں۔ وجہ یہ سودی نظام ہے۔ اگر یہ خدا کے حکموں پر چلنے والے ہوں تو اس سود کے نظام سے دنیا اپنی جان چھڑا لے تو ان مصیبتوں سے نجات پا جائیں اور یہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ پہلے یہ مار کھائیں گے اچھی طرح سے۔ پھر انکو سمجھ آئے گی کہ اسلام کی تعلیمات کیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے کہ '' **ہم ایک نیا نظام، اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔''** (روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۵ کتاب البریہ)

اب خدا نے یہ ارادہ کر لیا ہوا ہے کہ ایک نئی زمین پیدا ہوگی۔ ایک نیا آسمان بنے گا اور ایک نیا نظام دنیا میں آئے گا۔ اور آپ وہ نسلیں ہیں اور آپ وہ جماعت ہیں۔ جن کے ذریعے سے خدا اس زمین پر ایک نئی مخلوق

پیدا کر رہا ہے ایک نئی قسم کے لوگ پیدا کر رہا ہے جس کا آسمان سے ایک نئے قسم کا تعلق ہے اس وقت جو تعلق جماعت احمدیہ کے ماننے والے مسلمانوں کا اپنے خدا سے ہے۔ وہ دنیا کے کسی اور انسان کا اپنے پیدا کرنیوالے سے نہیں۔ آپ اور باقی تمام دنیا کے احمدی مرد عورتیں بچے بوڑھے جوان سب نے مل کر اس نظام کو قائم کرنا ہے اور دنیا کو یہ نظام سکھانا ہے۔ لیکن نظام کو سکھائیں گی کیسے جب آپ کو خود علم نہیں ہوگا۔ اس لئے میں بار بار آپ کو توجہ دلانا چاہ رہی ہوں۔ کہ ہم نے دنیا کے علم میں بھی سب سے آگے نکلنا ہے۔ کیونکہ ہم دنیا کا علم حاصل نہیں کرینگے تو ہم دنیا کو سمجھیں گے کیسے۔ اور ان کو ان کی زبان میں سمجھائیں گے کیسے۔ جیسے اکنامکس کے جو اصول ہیں اگر کوئی اکنامکس پڑھا ہوگا تو دوسروں کو سمجھا سکے گا۔ اور اسی طرح سود کی جو خرابیاں ہیں۔ وہ کھول کر لوگوں کو دکھائے گا کہ دیکھو یہاں سے یہ خرابی تھی اور اس کے مقابل پر یہ اسلام کی تعلیم ہے جس پر عمل کرتے تو تم بچ جاتے۔ تو علم کے بغیر یہ نہیں ہوسکتا۔۔ دنیا کے منہ بند کرنے کے لئے بھی ہمیں دنیاوی علوم حاصل کرنے ضروری ہیں اور ہر میدان کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور یہ بھی خوشخبری ہمیں حضرت مسیح موعودؑ نے دے دی ہوئی ہے کہ "**میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کرینگے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔**"

(روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹ تجلیات الٰہیہ)

یہ سچائی کا نور ہر میدان میں پھوٹے گا کسی ایک میدان میں نہیں صرف مذہب کے میدان میں نہیں بلکہ خواہ وہ طب کا میدان ہو یا وہ اکنامکس کا میدان ہو، وہ سائنس کا میدان ہو، کسی شاخ کا میدان ہو۔ ہر شاخ میں خدا کے فضل سے اس فرقے کے لوگ اپنی سچائی کے نور سے انشاء اللہ تعالیٰ دنیا کا منہ بند کرنے والے ہونگے ۔ اس لئے آپ کی یہ دوہری ذمہ داری بنتی ہے۔ عام دنیا تو صرف دنیا کے علوم کے پیچھے دوڑتی ہے۔ وہ اپنی زندگیاں بنانے کے لئے ،اپنے گھر اچھے بنانے کے لئے ،اپنی موٹریں خریدنے کے لئے ،اپنے اموال بڑھانے کے لئے علم حاصل کرتے ہیں ۔ آپنے یہ ضروریات بھی پوری کرنی ہیں بلکہ خدا پوری کرے گا۔ لیکن آپ کی علوم حاصل کرنے کی نیت یہ ہونی چاہیے کہ میں نے دنیا کے علوم بھی حاصل کرنے ہیں اور خدا کی کتاب کا اور اس کے دین کا علم حاصل کرنا ہے تا کہ میں اس نئے نظام کے بنانے میں حصے دار ہوسکوں جو خدا اس وقت دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کے لئے اگر آپ یہ نیت کر لیتی ہیں اور پھر یہ نیت کرنے کے بعد چاہے آپ پی ایچ ڈی کرتی ہیں یا کوئی اور جو بھی علم حاصل کرتی ہیں وہ آپ کا سارے کا سارا علم حاصل کرنا دنیا کی خاطر نہیں ہوگا بلکہ وہ آپ کا خدا کے رستے میں جہاد ہوگا۔ یہ وہ علم حاصل کرنا ہے حقیقی معنوں میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آنحضورﷺ نے جہاد سے بھی زیادہ پسند فرمایا ہے۔ علم حاصل کرنے کا بہت زیادہ ہمارے مذہب میں زور دیا گیا ہے اور اس کو پسند کیا گیا ہے اور اس کی ترغیب دلائی گئی ہے اور اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ مرد نے ہی صرف حاصل کرنا ہے عورت نے نہیں کرنا۔ آنحضورﷺ نے فرمایا! **طلب العلم فريضة علىٰ كل مسلم ومسلمة يعني علم حاصل كرنا هر مسلمان مرد اور عورت پر فرض هے۔** اور علم کا لفظ کھلا چھوڑ دیا ہے یعنی وہ دین کا علم بھی ہے وہ دنیا کا علم بھی۔ لیکن یہاں اب آپ کے جو سوچنے کی اور سمجھنے کی بات ہے وہ یہ ہے کہ خالی دنیا کے علم کی دوڑ میں آپ نے نہیں لگنا ورنہ آپ میں اور باقی دنیا میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ تو یہ ایک ذمے داری ہے جو اس وقت جماعت کے ہر فرد پر ڈالی گئی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اسلام کی جو تبلیغ اور غلبہ کا استحکام ہے یہ صرف چند لوگوں کا فریضہ نہیں ہے چند مبلغین کے کندھوں کا بوجھ نہیں ہے بلکہ جب تک ہم میں سے ہماری جماعت کا ہر فرد یہ نہیں سمجھ لیتا کہ یہ میرے کندھوں کا بوجھ ہے تب تک اسلام کو غلبہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہماری سب کی یہ ذمہ داری بھی ہے ،فرض بھی ہے اور سچی بات پوچھیں تو فائدہ بھی ہے۔ کیونکہ جب آپ یہ نیت کر کے دنیا کا کوئی بھی علم حاصل کرتی ہیں کہ آخری میری خواہش یہی ہے کہ میں اسلام کی سچائی کو دنیا میں ثابت کردوں۔ تو آپ کا دنیا کا علم حاصل کرنا بھی خدا کے رستے میں ہی جہاد اور خدا کے رستے میں ہی قبول کیا جائے گا۔

یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ نے ہماری فطرت سے ہٹ کر کوئی بات نہیں ہمیں دی۔ جب ہم خدا کے حکموں کے مطابق قدم اٹھاتے چلے جاتے ہیں تو بالآخر ہم اطمینان پاتے ہیں۔ ہمیں ایک سکینت ملتی ہے۔ اور ہم اس پر راضی بھی ہو جاتے ہیں اور ہمیں لطف بھی اس میں آتا ہے اور کامیابی بھی اسی میں ملتی ہے اگر ہم اس سے ہٹ کر جاتے ہیں تو بسا اوقات ٹھوکریں کھالیتے ہیں۔

**پھر آپا جان نے بعض اور قرآنی احکام کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا:۔**

۱۳۳۔وَاَ طِیۡعُوا اللّٰہ وَالرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ہ ۱۳۴۔ وَسَا رِعُوۡآ اِلیٰ
مَغۡفِرَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَجَنَّۃٍ عَرۡضُھَاالسَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ لا اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ہ
۱۳۵۔اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ
النَّاسِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ہ ۱۳۶۔وَالَّذِیۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَۃً اَوۡ
ظَلَمُوۡآ اَنۡفُسَھُمۡ ذَکَرُا للّٰہَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِھِمۡ ص وَمَنۡ یَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰہُ
ص وَلَمۡ یُصِرُّوۡا عَلیٰ مَا فَعَلُوۡا وَھُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ہ۱۳۷۔ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ مِّنۡ
رَّبِّھِمۡ وَجَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا ط وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰلِمِیۡنَ ہ

(سورۃ آلِ عمران آیت ۱۳۳ تا ۱۳۷)

اب دیکھیں یہ **اہم بات ہے** کہ خدا کی اطاعت، خدا کے رسول کی اطاعت، اس کے خلیفہ کی اطاعت۔ یہ کرنے کا فائدہ ہماری ذات کو پہنچ رہا ہے کیونکہ پھر رحم خدا کا حاصل ہوتا ہے اگر ہم اطاعت کے دائرے سے باہر نکلیں گے تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے جہاں یہ مضمون بیان ہوا ہے اس سے اگلی آیت میں اللہ فرماتا ہے **وسارعوا الیٰ مغفرة** اور اپنے رب کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف دوڑو۔ کیونکہ جب تم خدا کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہو تو خدا تم پر رحم کرے گا اور اس رحم میں سے پہلی علامت کیا ہے کہ ہم نے جو گناہ کیے ہوئے ہیں جو غلطیاں کی گئی ہیں وہ خدا معاف کرے گا **وجنۃ** اور اس کی جنت طرف خدا لے کر جائے گا اور ایسی وسیع وعریض وہ جنت ہے، اس کا جو پھیلاؤ اور عرض ہے وہ آسمانوں اور زمین پر محیط ہے یعنی خدا اور رسول کی اطاعت کرنے کے نتیجے میں تمہارے گناہ معاف ہونگے اور خدا ان جنتوں میں لے جائے گا جس کا عرض زمین و آسمان پر پھیلا ہوا ہے۔ جنت ایسی وہ خیالی جنت نہیں ہے جو مرنے کے بعد ملے گی وہ جنت اس دنیا اور آسمان میں پھیلی ہوئی ہے جب آپ خدا اور اسکے رسول کی سچے دل سے اطاعت اور فرمانبرداری کرتی ہیں تو وہ جنت اس دنیا میں ہی حاصل ہو جاتی ہے۔ **اعدت للمتقین** یعنی وہ جنت متقیوں کے لئے بنائی گئی ہے، وہ جو خدا سے ڈر ڈر کے قدم اٹھاتے ہیں وہ کوئی بھی قدم اٹھانے لگتے ہیں تو ہر لحہ ان کے دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ میرا قدم خدا کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں اس کو تقویٰ کہتے ہیں اور۔ شروع میں بھی سورۃ البقرا میں متقیوں کی نشانیاں بتائی ہیں یہاں پھر اللہ آگے فرماتا ہے کہ کون ہیں وہ متقی **الذین ینفقون فی السرّاء والضرّاء** ایک ان متقیوں کی نشانی ہے کہ وہ تنگی میں بھی خرچ کرتے ہیں خدا کے رستے میں اور خوشحالی میں بھی، آسائش میں بھی اور تنگی میں بھی۔ اور مَیں جب یہ پڑھ رہی تھی تو مجھے خیال آیا کیونکہ تھوڑا سا مجھے اندازہ ہو رہا تھا امیر صاحب کی بیگم سے بات کرتے ہوئے ویسے بھی جب آپ کی مسجد کا افتتاح ہوا تھا کہ آپ بڑی مشکلات میں سے گزرے ہیں اور بڑی آپ نے قربانیاں دے کر یہ مسجد بنائی ہے۔ تنگی کے حالات میں بھی چندے دیئے ہیں اور خوشحالی کے حالات میں بھی یہ خوشخبری ہے آپ لوگوں کے لئے اور ان سب کیلئے جو آسائش میں بھی خدا کے رستے میں خرچ کرتے ہیں اور تنگی میں بھی۔ ان لوگوں کے لئے یہ جنتیں تیار کی گئی ہیں جن کا عرض وسیع وعریض ہے اتنا کہ جو زمین و آسمان میں پھیلا ہوا ہے۔

پھر آپا جان نے ایک اور **اہم حکم یعنی غصہ** پر قابو پانے کی طرف توجہ دلائی۔ اور فرمایا **کاظمین الغیظ** یہ بھی بہت بڑی چیز ہے جس کا قرآن ذکر کرتا ہے کہ وہ غصے کو دبانے والے ہوتے ہیں۔ اب آپ کہیں گی کہ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی لیکن بہت ساری غلطیاں، بہت سارے نقصان، بہت ساری لڑائیاں، بہت سارے جھگڑے، فساد ہمارے غصے کی وجہ سے ہیں۔ غصہ آتا ہے اور ہم اس پر کنٹرول نہیں کر سکتے۔ لیکن متقیوں کی اللہ نے یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ کاظمین الغیظ ہوتے ہیں غصّہ تو آجاتا ہے بات ناپسند ہو جاتی ہے کسی نہ کسی کی۔ لیکن اس کو دبانے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس چیز کا خاص طور پر نوجوان بچیوں کو بہت خیال رکھنا چاہیے۔ کہ غصّے کو دبانے کی عادت یہ بڑی مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔ جس کے مزاج میں ذرا تیزی ہو اس کو غصّہ بڑی جلدی آتا ہے اور مَیں خود جانتی ہوں کیونکہ مجھے بھی غصّہ جلدی آتا ہے بہت مشکل ہے غصّے کو دبانا اس لئے یہ کوشش کرتے رہنا چاہیے کہ انسان کی اپنی جو کمزوری ہے اس کو دور کیا جائے۔ یہ غصّے والی جو عادت ہے بچوں میں خاص طور پر۔ مائیں بعض دفعہ لاڈ میں ہمارے ہاں کے ماحول میں پتہ نہیں یہاں آکر آپ کا وہ ماحول قائم ہے کہ نہیں کہ لڑکوں کو تو جتنا مرضی سر پر چڑھا لو غصّہ کرتے چلے جائیں۔ مائیں لاڈ میں اس کو برداشت کرتی چلی جاتی ہیں حالانکہ بچپن میں تھوڑی سی ٹریننگ کر دینی چاہیے اچھا ہوتا ہے کیونکہ بڑے ہو کر عادتیں بدلنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی جو شرط ہے ان جنتوں میں داخل ہونے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے پھر حکموں پر جب عمل کرتے ہیں تو پھر یہ نشانی ظاہر ہونی چاہیے کہ غصّہ دبانے

کی عادت ہونی چاہیے۔

**اگلی علامت** کیا ہے متقیوں کی جن کے لئے جنتیں بن رہی ہیں **والعافین عن الناس** لوگوں سے جب غلطی ہوجاتی ہے اور کوئی آپ کو نقصان پہنچ جاتا ہے کسی کی بات بری لگ جاتی ہے یا کوئی اور تکلیف پہنچ جاتی ہے تو معاف کر دیتے ہیں، درگزر کر دیتے ہیں۔اب جو غور کرتی جائیں کہ یہ باتیں جو ہیں ان سے ہی سارا فساد گھروں میں اور معاشرے میں پڑ رہا ہوتا ہے۔اگر ہم اپنے غصّوں کو دبانے والے ہوں اگر ہم دوسروں کی غلطی ہو بھی جائے بری بھی لگے۔کہہ دیں اچھا چلو کوئی بات نہیں تو کتنی آرام سے واقعی جنت بن جائے گی فٹافٹ اسی وقت گھر میں ہی جنت قائم ہوجائے گی۔**واللہ یحب المحسنین** اور یہ لوگ ہیں جو محسن ہیں۔یہ لوگ ہیں کہ حسن ہے جن کے اعمال میں۔غصّہ آتا ہے تو دبا لیتے ہیں۔ان کو کوئی برا بھلا کہہ دیتا ہے نقصان پہنچا دیتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں ان کی ادائیں حسین ہیں اور پھر اللہ کو اچھی لگتی ہیں **واللہ یحب المحسنین** ایسے لوگوں کو اللہ پسند کرتا ہے اور پیار کرتا ہے۔

پھر آگے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔**والذین اذا فعلوا فاحشة**۔اب اللہ نے ہمیں پیدا کیا ہے ہمارے اندر باہر کو جانتا کہ ہم نے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔ ہم انسان ہیں بشر ہیں۔دن رات غلطیاں ہوتی ہیں،دن رات کمزوریاں ظاہر ہوتی ہیں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔جو متقی ہیں ان کی کیا نشانی ہے۔کہ وہ لوگ جن سے جب کوئی فاحشہ سرزد ہوجاتی ہے کوئی غلطی ہوجاتی ہے،بری بات تم سے ہوجاتی ہے۔یا وہ اپنے نفسوں پر کوئی ظلم کر لیتے ہیں جب انسان گناہ کرتا ہے تو کسی اور نہیں نقصان پہنچا رہا ہوتا اپنی جان پر سب سے بڑا ظلم کر رہا ہوتا ہے اور انسان کے اندر فطرت میں احساس رکھا ہوا ہے کہ ہم غلطی کرتے ہیں،ہمیں پتا ہوتا ہے کہ بات گڑبڑ ہو گئی ہے۔آنحضورﷺ سے ایک دفعہ ایک صحابی نے پوچھا تھا کہ حضورﷺ ہمیں بتائیں کہ کیسے پتا چلے کہ یہ بات اچھی ہے یہ نیکی کی بات ہے اور یہ بری بات ہے۔حضورﷺ نے فرمایا کہ جو بات تمہارے دل پر بوجھ نہ ڈالے وہ نیکی ہے اور جو بات تمہارے دل پر بوجھ ڈالنا شروع کر دے وہ بدی ہے۔ تو بعض دفعہ آپ گڑبھڑ کر آتی ہیں آپس میں کسی دوست سے نند سے بھابھی سے یا کسی اور پڑوسن سے تو اندر ایک بے چینی لگ جاتی ہے پھر اپنے آپ کو مطمئن کرتی ہیں۔اس نے یوں کہا تھا تو میں نے کہا تھا۔یہ بات یوں ہوئی تھی اپنے آپ کو دراصل تسلی دینے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں کہ میرا قصور نہیں اندر سے دل بتا رہا ہوتا ہے کی غلطی کر آئی ہیں۔

**غلطی تو ہوگئی** لیکن پھر اس کا طریقہ کیا ہے ایسے لوگ پھر کیا کرتے ہیں **ذکر اللہ** ان کو فوراً احساس ہوجاتا ہے کہ ہم سے گڑبڑ ہوگئی ہے غلطی ہوگئی ہے۔تو اللہ کا ذکر کرنا شروع کر دیتے ہیں اور علاج بھی یہی ہے۔**فستغفروا لذنوبھم**۔اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا شروع کر دیتے ہیں۔یہ بھی ایک پلّے باندھنے والی بات ہے کہ ہم سے غلطیاں ہوتی ہیں کوتاہیاں ہو جاتی ہیں کمزوریاں ظاہر ہوجاتی ہیں لیکن ہم اللہ کو ناراض نہیں کرنا چاہتے۔یہ تو پکی بات ہے نا۔اس کا طریقہ پھر یہی ہے جب کوئی ایسی غلطی یا کسی قسم کی بھی ہوجائے ہر انسان کے اپنے اپنے راز ہیں اس سے کیا گناہ سرزد ہوا۔ اس کے لئے پھر علاج یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کرنا چاہیے ہر ذکر اس کا پیارا ہے لا الہ الی اللہ کا ورد کرنا شروع کر دیں جو بھی آپ کے دل میں آئے اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا شروع کر دیں۔اور آگے اللہ کہتا ہے **ومن یغفر الذنوب**۔ اللہ کے سوائے کون ہے جو گناہوں کو معاف کرے۔یعنی غلطی جب ہوجائے اس کا طریقہ پھر یہی ہے کہ خدا کے حضور پھر دوڑیں اور جھکیں۔حضرت مسیح موعودؑ کا واقعہ یاد آ گیا۔نبی کا تو مقام ہی کچھ اور ہے گناہ کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق کا جو معیار تھا یہ دیکھیں۔حضورؑ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اپنی زوجہ حضرت امّاں جان پر میرے منہ سے درشتی کا ایک کلمہ نکلا تو دل میں سخت یہ خوف پیدا ہوا کہ یہ جو میرے سے ہوا ہے کہ زوجہ کو تھوڑا سا میں نے ڈانٹا ہے یا سختی کا کلمہ نکلا ہے میرے کسی گناہ کا نتیجہ ہے۔یعنی پہلے سے میرے سے کوئی اور غلطی ہوئی ہے۔یہ ایک بہت باریک نقطہ ہے کہ اگر آپ سے ایک گناہ ہوجائے غلطی ہوجائے اور اس پر استغفار نہ کیا جائے تو پھر گناہوں کا ایک سلسلہ چلتا ہے۔ایک غلطی اگلی غلطی،اگلی غلطی کرتے چلے جاتے ہیں۔اسی طرح نیکیوں کا سلسلہ بھی ہے جیسے کہتے ہے نا کہ نیکی بچے دیتی ہے۔آپ ایک نیکی کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک اور اگلی نیکی کی توفیق دیتا ہے اس کے نتیجے میں ایک اور نیکی کی توفیق دیتا ہے اور وہ سلسلہ چل پڑتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ میں نے نفلیں پڑھیں،استغفار کیا اور خوب رو رو کر دعائیں

کیں۔یہ مسیح موعودؑ کا معیار تھا کہ بیوی کے ساتھ ذرا سختی سے بول بھی لیا۔تو حضور اس کے لئے استغفار کررہے ہیں دعائیں کر رہے ہیں، نفلیں پڑھ رہے ہیں۔اللہ نے ہم انسانوں کو یہی طریقہ سکھایا ہے کہ اگر غلطی ہو جائے تو میرا ذکر کرنے والے بنو اور استغفار کرو خدا کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخش دے۔

اگلی جو بات ہے وہ بڑی اہم ہے **ولم یصرّوا** ۔۔۔۔اور وہ اس پر اصرار نہیں کرتے جو انھوں نے کیا ہو اور وہ جانتے ہیں۔یعنی اپنی غلطی پر اصرار نہیں کرتے۔مَیں اس طرف کھول کر روشنی ڈالنا چاہوں گی۔ کیونکہ ہم میں سے اکثر میں یہ کمزوری ہوتی ہے۔غلطی کر جاتے ہیں ہم اور اگر کوئی غلطی پر سمجھانے لگے، کہنے لگے یا کچھ کہہ دے تو پھر غلطی پر اصرار کیے جاتے ہیں اور اس کی وضاحتیں پیش کرتے جاتے ہیں کہ یوں نہیں یوں تھا۔میرا مطلب یہ تھا فلاں نے یوں کہہ دیا تو یہ بات اس طرح ہوئی اور غلطی کو تسلیم کرنے کی عادت نہیں ہوتی یہ بھی اچھی عادت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے متقیوں کی نشانیوں میں بتایا **ولم یصرّو** وہ اصرار نہیں کرتے **علی ما فعلو** اس پر جو انھوں نے کیا **وھم یعلمون** اور وہ جانتے ہیں۔اندر سے بندے کو پتہ ہوتا ہے تو کبھی اپنی غلطی پر پردے ڈالنے کی یا غلط جواز ڈھوڈنے کی کوشش نہ کیا کریں۔یہ اللہ کو بھی اچھا نہیں لگتا اور بندوں کو بھی اچھا نہیں لگتا۔اور اگلے بندے کو پتہ ہوتا ہے جس کے سامنے وضاحتیں کر رہی ہوتی ہیں کہ یہ بات کو صرف ادھر ادھر پھیلا رہا ہوتا ہے۔آپ تجربے سے ذرا غور کرکے دیکھ لیں واقعات کو ذہن میں لاکر۔اس کے برعکس اگر کوئی فوری طور پر اپنی غلطی کو مان لے اور کہہ دے ہاں جی یہ غلطی ہوگئی ہے۔معذرت ہے یا معافی ہے اور آئندہ نہیں ہوگی تو اگلے کا غصّہ فوراً ٹھنڈا ہوجاتا ہے اور دوسرا بندہ بھی پھر اس کو سزا دینے پر اصرار نہیں کرتا۔یہ جماعتی کاموں میں چاہے لجنہ کے ہوں یا آپ کے دنیاوی کاموں میں یہ معاملہ پیش آرہا ہو یا اپنے گھروں کے معاملات میں یہ آرہا ہو۔غلطی کا اقرار کرلینا اور اس کی معافی مانگ لینا بہت بہتر رستہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہی سکھایا ہے ہمیں کہ جب غلطی یا گناہ ہو جائے چاہے انسانوں کے حق میں ہو یا خدا تعالیٰ کے حق میں ہوا انسان کو مان لینی چاہیے فوری اور پھر یہ بھی ہے کہ جب انسان مان لیتا ہے اپنی غلطی کو تو اصلاح پیدا ہوتی ہے۔لیکن اگر ہمیں یہ عادت ہو کہ ہم اصرار کررہے ہوں۔اپنی غلطی کے لیے وضاحتیں ڈھوڈنے والے ہوں اور نئے جواز ڈھوڈنے والے ہوں تو اصلاح نہیں ہوتی پھر۔انسان اپنے آپ کو خود ہی اندر سے مطمئن کرتا رہتا ہے اور جھوٹی تسلی دیتا رہتا ہے کہ نہیں میری غلطی نہیں تھی حالانکہ غلطی ہوتی ہے تو وہ نقصان بالآخر خود اٹھاتا ہے کیونکہ وہ پھر غلطی پر قائم رہتا ہے۔اگلی دفعہ بھی کرے گا تیسری دفعہ بھی کرے گا، چوتھی دفعہ بھی کرے گا لیکن عقلمند وہ ہیں اچھے وہ ہیں جنکو غلطی کا جب پتہ چل جائے تو اندر سے ہمیں بھی پتہ ہوتا ہے یا کوئی دوسرا توجہ دلا دے تو مان لینا چاہیے اور اگر بندے کے حق میں نقصان کیا ہے تو بندے سے معذرت کی جائے اگر اللہ کے حق میں کوئی غلطی کی ہے تو اللہ سے معافی مانگی جائے اور خدا فرماتا ہے کہ **من یغفر الذنوب اللہ** کے سوا کون ہے جو معاف کرنے والا ہے مطلب یہی ہے کہ میں بہت زیادہ معاف کرنے والا ہوں اللہ تعالیٰ جگہ جگہ قرآن مجید میں فرماتا ہے **واللہ غفورالرحیم** آگے خدا فرماتا ہے **اولئک جزائھم** کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ، جن کی جزاء ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے جب یہ طرز عمل ہم اختیار کرتے ہیں اور پر جو میں نے ساری باتیں بیان کی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف کرتا ہے وجنّت اور پھر اللہ کی جنتیں ہیں۔خالی مغفرت ہی نہیں ہے پھر خدا اپنے انعامات کی بارش بھی کرتا ہے **تجری من تحتھا الانھار** کہ جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں خالدین فیھا وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں **ونعم اجرا لعاملین** اور عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔

اللہ تعالیٰ آپکو مجھے، ہم سب کو یہ توفیق دے کہ ہم ہر لحہ خدا تعالیٰ کی ہدایات پر اس کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں، ہم خدا، اس کے رسول اور اس کے قائم کردہ خلیفہ اور اس کے نظام کی اطاعت کرنے ہوں۔اگر ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ہم خدا سے بھی معافی مانگنے والے ہوں۔ اور اگر اس کے بندوں کے حق میں کوئی ان کی حق تلفی ہو جاۓ تو ہم عجز اختیار کرتے ہوئے ان سے بھی معافی مانگنے والے ہوں تا ہمیں ہمیشہ خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنتیں حاصل رہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جزاکم اللہ

٪ ٪ ٪ ٪ ٪ ٪ ٪

**مسجد بیت الرحمن وینکوور میں واقفین نو بچیوں اور بچوں کی حضور انور کے ساتھ نہایت دلچسپ مجلس سوال و جواب۔ مختلف امور سے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالی کی پُر شفقت نصائح اور زرّیں ہدایات۔**

مبشرہ حامد صاحبہ مجلس درامن

**ایک واقفہ نے سوال کیا کہ اگر ہماری شادی ایسے لڑکے سے ہوتی ہے جو** وقف نہیں ہے تو شادی کے بعد ہم کس طرح اپنا وقف قائم رکھ سکتی ہیں؟

**حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جب بھی رشتہ ہو تو جس طرح** مرد کو حکم ہے کہ ایسی لڑکی کی تلاش کرو جو دیندار ہو۔ اِسی طرح لڑکیوں کو بھی دینداری دیکھنی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے جیسے فرمایا ہے کہ نہ دنیا دیکھو، نہ دولت دیکھو، نہ خاندان دیکھو، نہ خوبصورتی دیکھو۔ بلکہ دینداری دیکھو۔ اور اگر خاوند وقفِ نو ہو اور دیندار بھی ہو تو آپ کو دین کی خدمت کرنے سے نہیں روکے گا۔ **جس ماحول میں ہو وہاں خدمت کر سکتی ہو۔ لجنہ کے ذریعے سے خدمت کی جاسکتی ہے۔ پھر تبلیغ کی خدمت ہے۔** اگر تم Linguist ہو تو جماعتی لٹریچر کے ترجمہ کی خدمت کر سکتی ہو۔ اگر ڈاکٹر ہو تو اپنے خاوند کو کہہ سکتی ہو کہ کچھ عرصہ کے لئے وقف کر دیں۔ جس طرح بعض لڑکیاں وقف ہیں اُن کے خاوند بھی ان کے ساتھ چلے گئے اور دونوں کام کر رہے ہیں اگر جماعت 24 گھنٹے کے لئے کہے تو پوری طرح وقف کر کے MainStream جماعت کے وقف کا سسٹم ہے اُس میں آجاؤ پھر جماعت کوئی نہ کوئی حل نکال لے گی اور اگر یہ نہیں ہے تو جس جگہ تم لوگ بیٹھے ہو، اُسی جگہ بیٹھ کر خدمت کرتے رہو۔ تبلیغ سے تو کسی نے نہیں روکا اور نہ ہی دعائیں کرنے سے۔ ہاتھ سے کام کرنے سے، لٹریچر کا ترجمہ کرنے سے تو کسی نے نہیں روکا اور نہ لجنہ کے کام کرنے سے کسی نے روکا ہے۔ عبادت کرنے سے نمازیں پڑھنے سے کسی نے نہیں روکا۔ یہ سب کام تو آپ کر سکتی ہیں۔

**ایک اور بچی نے سوال کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے وفات کے وقت** آخری الفاظ کیا تھے؟

**حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:** حضور علیہ السلام آخری وقت میں خدا کو ہی یاد کرتے تھے۔ یا اللہ یا اللہ ہی کہتے تھے۔ پہلے طبیعت خراب تھی اور اُس وقت فجر کا وقت تھا لیکن جب ذرا سا ہوش آتا تو فرماتے کہ "کیا فجر کا وقت ہو گیا ہے؟" تو جو ساتھ تھے وہ کہتے تھے جی ہو گیا ہے۔ حضرت مسیح وضو تو نہیں کر سکتے تھے مگر تیمّم کر کے نماز کے لئے نیت باندھتے تھے اور تھوڑی سی نماز پڑھتے تھے اور غنودگی، بے ہوشی سی ہو جاتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہوش آتی تو پھر نماز کا پوچھتے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے۔ جس طرح ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے اللہ کو یاد کرتے ہوئے گئے تھے اُسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے اللہ کو یاد کرتے ہوئے اس دنیا سے رُخصت ہوئے۔

**ایک واقفہ نے سوال کیا کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں آزمائشوں میں ڈالتا ہے تو ہمیں کیسے پتہ چلتا ہے کہ ہم اُس آزمائش میں کامیاب ہوئے ہیں؟**

**حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگر تم اس آزمائش کی وجہ** سے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیتی ہو تو اِس کا مطلب ہے کہ کامیاب نہیں ہوئی۔ ہر آزمائش کے بعد جیسا کہ قرآن کریم اور حدیث میں ہے کہ تمہارا ایمان بڑھنا چاہئے۔ ورنہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم مشکلات میں پڑ گئے ہیں لیکن جو ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان مشکلات سے ہمارا ایمان مزید بڑھ گیا ہے۔ اگر ایمان بڑھتا ہے تو سمجھ لو کہ آزمائش ہے اور تم اُس سے گزر رہی ہو اور کامیاب ہو رہی ہو۔ اور پھر یہ نہیں ہوتا کہ اللہ مستقل آزمائش میں رکھے۔ بلکہ Ultimately پھر اللہ تعالیٰ فضل بھی فرماتا ہے۔ اُس آزمائش میں اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرتی ہو وہ رو کر نکل رہی ہوتی ہے اور لگاتار کرتی چلی جاتی ہو۔ تو اس کا مطلب ہے کہ تمہارا اللہ سے تعلق بڑھ رہا ہے۔ اللہ کے پیار کا اظہار کئی رنگ میں ہوتا ہے۔ ضروری تو نہیں ہے اُسی آزمائش کو ختم کر کے ہو۔ بعض دفعہ تسلی دے کر بھی اللہ تعالیٰ اُس آزمائش کو روکتا ہے۔

**ایک بچی نے سوال کیا کہ میاں بیوی جب اکیلے ہوں تو کیا ایک صف** میں با جماعت نماز پڑھ سکتے ہیں؟

**حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آنحضرت ﷺ نے یہی**

فرمایا ہے کہ عورت اور مرد ایک صف میں کھڑے نہ ہوں چاہے وہ میاں بیوی ہوں۔ بلکہ آگے پیچھے ہوں۔ لیکن اگر مجبوری ہو تو پڑھ بھی لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کو بعض اوقات جب سر درد کی تکلیف ہوتی تھی اور چکر آ رہے ہوتے تھے اور باہر باجماعت نماز پڑھنے نہیں جاسکتے تھے تو گھر میں نماز ادا کرتے اور ساتھ حضرت اماں جانؓ کو کھڑا کرلیا کرتے تھے۔ حضورؑ نے اس کی وضاحت بھی فرمائی کہ کیونکہ میں باہر نہیں جاسکتا۔ اور ان کو اسلئے کھڑا کرلیا کرتا ہوں تا کہ میں گر نہ جاؤں اور سہارا لے سکوں۔ کیونکہ اسلام اتنا سخت نہیں ہے کہ اس میں Flexibility ہی نہ ہو۔ **عمومی اُصول یہ** ہے کہ بے شک میاں بیوی ہی ہیں تو صفیں بنائیں۔

**❁: ایک بچے نے سوال کیا کہ جن کیا ہوتے ہیں؟**

**حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جن کے بہت سے مطالب** ہیں، کوئی بھی ایسی چیز جو بہت شاذ کے طور پر نظر آتی ہو، یا جسے ہم دیکھ نہیں سکتے، یا بڑے لوگ جو عام لوگوں سے نہیں ملتے ان سب کو جن کہا گیا ہے۔ بیکٹیریا کو بھی جن کہا گیا ہے کیونکہ اس کو دیکھ نہیں سکتے۔ اسی لئے آنحضورﷺ نے صفائی وغیرہ کے لئے ہڈیاں استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان میں بیکٹیریا رہتا ہے۔ اور اس کی جگہ خشک پتھر استعمال کرنے کے لئے کہا ہے۔ قرآن کریم میں جن کے لئے بہت سی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں۔ جنّ وہ لوگ بھی تھے جن کا قرآن کریم میں اس طرح ذکر آیا ہے کہ بعض قبیلوں سے بعض لوگ آئے تھے جو اپنے لوگوں کے سردار اور لیڈر تھے۔ یہ لوگ پہاڑی علاقوں یا دور دراز کے علاقوں سے آئے تھے اور ممکن ہے کہ کشمیر وغیرہ کے علاقہ کے تھے جو بنی اسرائیل کے لوگ تھے۔ انہوں نے قرآن کریم کی آیات سنیں اور چلے گئے۔ اور اپنی قوم کو جا کر کہا کہ جس نبی نے آنا تھا وہ آ گیا ہے۔ اور یہ اس کی تعلیم ہے۔ پس ایسے لوگوں کو بھی جنّ کہا گیا ہے۔

**❁: ایک بچے نے سوال کیا کہ Genetic Engineering کہاں تک** استعمال کرنے کی اجازت ہے؟

**حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جس حد تک یہ بنی نوع** انسان کے لئے فائدہ مند ہے، اس حد تک استعمال ہونا چاہئے۔ صحت کیلئے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ مگر کلوننگ کیلئے نہیں۔ ہاں اعضاء اور دوسری بیماریوں کے علاج کے لئے کلوننگ کا استعمال ہو سکتا ہے۔

**❁: اسی بچے نے سوال کیا کہ کیا کلوننگ کا کوئی فائدہ ہے؟**

**حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: کلوننگ تو بالکل منع ہے۔ اللہ** تعالیٰ تو کہتا ہے کہ اگر تم اس کی تخلیق میں دخل اندازی کرو گے تو تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اگرچہ کلوننگ کرنا ممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے جہاں تک انسان کے فائدہ کا سوال ہے اس حد تک کلوننگ کا استعمال ٹھیک ہے۔ ورنہ کلوننگ میں تو وہ پورے Genetic سسٹم کو خراب کر رہے ہوتے ہیں۔ (الفضل انٹرنیشنل ۱۶ اگست تا ۲۲ اگست ۲۰۱۳ء صفحہ ۱۱)

===========

## دعا

تیری آرزو میں مرنا        تیری جستجو میں جینا
جو نہ ہو تیرے لئے تو        وہ نہ ہو مرا بھی جینا
میری زندگی بھی تیری        میری موت بھی ہو تیری
جو نہ ہو تری ہی خاطر        وہ نہ زندگی ہو میری
مجھے راہِ حق دکھا دے        رہِ قرب بھی بتا دے
میرے رات دن سجا دے        مجھے بندگی سکھا دے
جو سکوں مجھے دلا دے        وہ نشہ مجھے لگا دے
جو شراب ہو طہورا        مجھے کاش وہ پلا دے
مجھے غم کبھی جو آئے        تیرے پاس میرا رونا
یہ جہان ہو یا وہ ہو        تیرا لطف ہو بچھونا
مجھے صبر بھی عطا ہو        مجھے صدق بھی عطا ہو
مجھے نفسِ مطمئن دے        مجھے مرضیہ ندا ہو
میرا ذرہ ذرہ چمکے        ملے نور پورا پورا
میرا ہر گناہ مٹا دے        تجھے زور پورا پورا

ط۔ص۔ناصر

(روزنامہ الفضل ۲۴ جون ۲۰۱۳ء صفحہ ۴)

# ناصرات کا صفحہ:

پیاری ناصرات !!!

چندروز پہلے آپ کا سالانہ اجتماع گزرا ہے جس میں ناصرات کی اکثریت نے مقابلہ جات میں حصہ لیا۔ میں امید کرتی ہوں کہ آپ نے اس اجتماع سے ضرور کچھ نہ کچھ سیکھا ہوگا۔ آپ کیلئے صرف یہی کافی نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی بڑا آپ کو تقریر لکھ دے اور آپ اس کو پڑھ کر آجائیں۔ آپ ان باتوں کو سمجھنے کی کوشش کیا کریں اور یہ سوچا کریں کہ میں اپنی زندگی میں اس بات پر کیسے عمل کر سکتی ہوں۔ جب آپ ان اچھی اور نیک باتوں کو اپنی عملی زندگی میں آزمائیں گی تو آپ کو اس کا ذاتی تجربہ حاصل ہوگا۔ جو انشاء اللہ آپ کو خدا تعالیٰ کے قریب تر کرتا جائے گا۔

اب اس کے بعد میں آپ کو ایک اور اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہوں ۔ یقیناً یہ بات پہلے بھی کئی دفعہ آپ کے کانوں میں پڑ چکی ہوگی۔ اور وہ ہے **خلافت سے وابستگی**۔ ہمارے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہمیں خلافت کے مقام، حقیقت، اہمیت، عظمت اور برکات کے بارے میں علم ہو۔ کیوں کہ جتنا کسی چیز کے بارے میں انسان کو علم ہوتا ہے اتنی ہی وہ اس کی قدر کرتا ہے۔ اسی لئے بار بار ان باتوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

آج پوری دنیا بے چینی اور انتشار کا شکار ہے۔ ان کے پاس کوئی ایسا نظام نہیں جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو۔ اور جس کی بات پر عمل کرنا تمام لوگوں پر یکساں طور پر لازمی ہو۔ اس کے برعکس ہم نے خلافت کی نعمت کو مانا اور قبول کیا ہے۔ ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ وہی اس کو قائم رکھتا ہے اور اس کی تائید ونصرت کرتا ہے۔ اسے خود حکمت سکھاتا ہے۔ خلیفۂ وقت ہمیں وہ بات بتاتے ہیں جو وقت کی ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ وہ خدا سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں

اب جب ہم نے اس نظام کو مانا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ اس سے کامل وفاداری کا ثبوت دیں۔ خلیفہ وقت کی بات سنیں جو خطبات، کلاسز اور ایم ٹی اے کے دوسرے پروگرامز کے ذریعہ ہم تک پہنچتی ہیں۔ اور پھر ان باتوں پر عمل کرنے کیلئے کوشش شروع کر دیں۔ تاکہ ہم خلافت کی ان برکات کے وارث بن سکیں جن کا وعدہ مومنوں سے کیا گیا ہے۔ خلیفہ وقت کو باقائدگی سے دعا کیلئے خط لکھیں۔ اور ان کی ملاقات کیلئے جائیں۔

خلیفۂ وقت زمین پر خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہوتا ہے اور اسے یہ برکت دی جاتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان رابطہ کا کام کرے۔ ہر انسان زندگی میں کامیابی اور ترقی چاہتا ہے۔ ایسے تمام لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ کا یہ پیغام ہے کہ وہ اپنے آپ کو خلافت کے ساتھ وابستہ کرلیں۔ اس کے نتیجے میں ان کی کامیابی اور فتح یقینی ہوگی۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

,,**پس کامیابی** اسے ملتی ہے جو اپنے آپ کو پوری طرح خلافت کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے۔ **کامیابی** اسے ملتی ہے جو اپنا سب کچھ خلافت پر نثار کر دیتا ہے۔ **کامیابی** اسے ملتی ہے جو خلیفۂ وقت کی دعائیں حاصل کرتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے۔ کیوں کہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے۔'' (منصب خلافت صفحہ ۳۲)

................................................

## لطیفے :

☆۔ ایک بیوقوف دوسرے سے: اگر لائٹ نہ ہوتی تو تم ٹی وی کس طرح دیکھتے ؟

☆۔ دوسرا بیوقوف: موم بتی جلا کر۔

☆۔ باپ بیٹے سے: اگر تم محنت کرو گے تو تمہاری شہرت دنیا کے چاروں کونوں میں پھیل جائے گی۔

☆۔ بیٹا: مگر ماسٹر صاحب تو کہتے ہیں کہ دنیا گول ہے۔

☆۔ جج ڈرائیور سے: یہ حادثہ تمہاری غلطی سے ہوا ہے۔ تمہیں اسکی سزا ملے گی۔

☆۔ ڈرائیور اس میں میرا کیا قصور ہے میں تو اس وقت سو رہا تھا۔

=========

## پکوان:

### پائینیپل سلاد

**اشیاء :۔**

سرخ سیب چکور ٹکڑوں میں کٹے ہوئے: ایک کپ
اناناس بھی کٹا ہوا: ایک کپ
ابلے ہوئے مٹر : آدھا کپ
کش کی ہوئی گاجریں: ایک کپ
مائیونیز :2.5 (ڈیسی لیٹر) ایک کپ
میل ایس meilis : دو کھانے کے چمچ
وائٹ پیپر اور کالی مرچ پسی ہوئی: آدھی آدھی چائے کی چمچ
نمک: آدھی چائے کی چمچ یا حسبِ ذائقہ
ڈش کے کناروں کو سجانے کے لیے کرسپی سلاد کے دس پتے :

**ترکیب:۔**

سیب، اناناس، کش ہوئی گاجریں اور ابلے ہوئے مٹر ایک مکسنگ باؤل میں ڈالیں ۔ مائیونیز میں میل ایس، وائٹ پیپر اور کالی مرچ ڈال کر اچھی طرح مکس کریں ۔ (پھینٹیں) پھر اسے سب کٹی ہوئی اشیاء کے ساتھ مکس کریں۔ ایک ڈش کے کناروں کے سلاد کے پتے رکھیں اور اس کے درمیان میں یہ آمیزہ ڈال دیں ۔ اوپر گاجر کا پھول یا کش کی ہوئی تھوڑی سی گاجریں ڈال کر پیش کریں۔ (رعنا گل مجلس ہولملیا)

xxxxxxxxxx

"ٹوٹکے"

☆ ۔سردیوں میں سونٹھ شہد میں ملا کر کھانے سے کھانسی دور ہو جاتی ہے۔
☆ ۔اخروٹ کو بھون کر کھانے سے کھانسی دور ہو جاتی ہے۔
☆ ۔روزانہ نہار منہ تین گرام خشخاش کھانے سے بھی کھانسی دور ہوتی ہے۔
☆ ۔ چھ گرام میتھی دانہ کوٹ کر اس کو پانی میں پکا کر دس پندرہ دن صبح کو پینے سے چھینکیں بند ہو جاتی ہیں۔

## صحت کارنر:

مختلف عوارض کے لئے آزمودہ گھریلو دیسی نسخہ

ادرک : 50 گرام
لہسن : 50 گرام (تقریباً لہسن کی بارہ تیرہ پوتھیاں 50 گرام ہوں گی)
لیموں کا عرق: 50 گرام (ایک سبز لیموں کو اچھی طرح نچوڑیں
سیب: 150 گرام (ایک بڑا سیب چھیل کر بیج نکال لیں

ان ساری چیزوں کو گرائینڈر میں اتنا پیسیں کہ یک جان ہو جائیں، شیشے کی صاف بوتل میں ڈال کر ڈھکن بند کر کے فریج میں رکھ دیں۔

دن میں ایک بار یا دو دن بعد (اپنی طبیعت کے مطابق) کھانے کے بعد چھوٹے چمچ سے منہ میں ڈال کر اوپر سے پانی پی لیں۔ کچھ دیر منہ سے بو آئے گی اسکے بعد کچھ کھالیں یا الائچی منہ میں رکھیں۔

یہ نسخہ استعمال کرنے سے دل کی بند نالیاں کھلتی ہیں۔ جوڑوں کے درد اور جسم کی پرانی دردوں کے لئے بہت مفید ہے۔ پرانی قبض سے نجات ملتی ہے۔

(نصرت ادریس)

### مشہور طبیب شہیب بن زید کی طب کی اچھی باتیں

۞ ۔گوشت صرف جوان جانور کا کھاؤ۔
۞ ۔جب دوپہر کا کھانا کھاؤ تو تھوڑی دیر سو جاؤ اور شام کا کھانا کھا کر چلو چاہے تمہیں کانٹوں پر چلنا پڑے۔
۞ ۔جب تک پیٹ کی پہلی غذا ہضم نہ کر لو دوسرا کھانا نہ کھاؤ چاہے تمہیں تین دن لگ جائیں۔
۞ ۔جب تک بیت الخلاء نہ جاؤ، سونے کے لیے بستر پر نہ جاؤ۔
۞ ۔پھلوں کے نئے موسم میں پھل کھاؤ، موسم جانے لگے تو پھل کھانا چھوڑ دو۔
۞ ۔کھانا کھا کر پانی پینے سے بہتر ہے کہ زہر پی لو، ورنہ کھانا ہی نہ کھاؤ۔

÷÷÷÷÷÷÷÷÷

## یومِ ولادت یسوع مسیحؑ 25 دسمبر؟؟؟؟

طاہرہ زرتشت صاحبہ مجلس کلوفتہ

ابھی حال ہی میں دُنیا بھر میں کرسمس کا تہوار منایا گیا۔ ہر سال 25 دسمبر کو ساری دُنیا میں عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ حضرت عیسیٰؑ کا یومِ ولادت مناتے ہیں۔ اِس دِن کو عید کی طرح منایا جاتا ہے۔ لوگ اس دن عبادت کے علاوہ ایک دوسرے کی دعوت کرتے، تحائف کا تبادلہ کرتے، اور اچھے کپڑے زیبِ تن کرتے ہیں۔

ہمارے نقطۂ نظر سے حضرت عیسیٰؑ کا یومِ پیدائش 25 دسمبر کو متعیّن کرنا غلط ہے۔ ہمارے اِس نظریہ کی تائید میں قدیم اَنجیلی روایات کے علاوہ قرآن کریم کی شہادت بھی موجود ہے۔ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے متعلق اَصل واقعات پیش کر کے اُن غلط اور بے بنیاد روایات کا رَدّ کر دیا ہے جو عیسائیت میں رائج ہیں۔ چنانچہ سورۃ مریم میں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت اور ماموریت کے بیان کے بعد۔۔۔ فرمایا! ترجمہ: "یہ ہے عیسیٰ ابنِ مریم (یہ) وہ حق بات ہے جس میں وہ شک کر رہے ہیں۔" (سورۃ مریم آیت ۳۵)

قرآن فہمی کا ایک زرّیں اُصول حضرت مسیح موعودؑ نے پیش کیا ہے۔ جسے مدِّنظر رکھنا ضروری ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: "اِس جگہ یاد رہے کہ قرآنِ شریف یہود و نصاریٰ کی غلط فہمیوں اور اِختلافات کو دُور کرنے کے لیے آیا ہے اور قرآن شریف کی کسی آیت کے معانی کرنے کے وقت جو یہود و نصاریٰ کے متعلق ہو۔ یہ ضرور دیکھ لینا چاہیے کہ اِن میں جھگڑا کیا تھا۔ جس کا قرآن شریف فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۵۲)

حضرت عیسیٰ کی ولادت کس موسم میں ہوئی۔ اِس کے متعلق قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے۔ سورہ مریم آیات ۲۳ تا ۲۷ میں ذکر ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَا نْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَا نًا قَصِيًّا ہ فَاَ جَآءَ هَا ا لْمَخَاضُ اِلٰى جِذْ عِ ا لنَّخْلَةِ ج
قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ہ فَنَا دٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَ لَّا تَحْزَ نِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ہ
وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ ا لنَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ہ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَ قَرِّىْ عَيْنًا ج

ترجمہ: "پس مریم اُسے حمل میں لینے کے بعد لوگوں سے الگ ہو کر ایک دُور دراز جگہ کو چلی گئی۔ پھر اُنہیں دردِ زہ کی تکلیف کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گئی۔ مریم نے کہا! کاش میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور میری ہستی کو لوگ بالکل فراموش کر چکے ہوتے۔ اُس وقت ایک پکارنے والے فرشتہ نے اُسے نشیب سے پُکارا کہ غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیری نچلی جانب ایک چشمہ جاری کر رکھا ہے۔ کھجور کی شاخ کو ہلا۔ تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے۔ پس کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔"

اِن آیاتِ کریمہ سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ ولادتِ مسیح کے وقت ایسا موسم تھا جب پھل پک چکے تھے۔

۲۔ گرم موسم کی وجہ سے پانی کے چشمہ کی بھی ضرورت محسوس کی گئی۔

۳۔ حضرت مریم اپنی حالت لوگوں سے چھپانے کی غرض سے ایک دُور دراز مقام پر گئیں تو دورانِ سفر وضع حمل کا وقت آ گیا۔

۴۔ اُنہیں یہ علم نہ تھا کہ یہاں قریب کوئی چشمہ ہے۔ ایک کھجور کے درخت کے نیچے حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتہ نے قریب ہی ڈھلوان کی جانب ایک چشمہ کی طرف اِشارہ کیا اور کھجور کی شاخ ہلانے کا اِرشاد ہوا۔ تاکہ تازہ کھجوریں گریں اور حضرت مریم کی ضرورت پوری ہو سکے۔

چنانچہ قرآنی بیان کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش اُن دنوں میں ہوئی۔ جب کھجور پک کر تیار ہو چکی تھی۔ عام حالات میں فلسطین میں ماہ اگست ستمبر کھجور کے پکنے کا صحیح موسم سمجھا جاتا ہے۔ بہر حال یہ صاف ظاہر ہے کہ ولادتِ مسیح گرمی کے موسم میں ہوئی تھی نہ کہ شدید سردی میں۔

قرآنِ مجید کے اِس دعویٰ کی تائید، انجیل لُوقا سے بھی ہوتی ہے جہاں لکھا ہے کہ "اِسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے۔" (انجیل لُوقا باب ۲ آیت ۸)

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دسمبر کا مہینہ ہرگز نہیں تھا۔ کیونکہ دسمبر کے مہینہ میں شدید سردی، برسات اور دھند ہوتی ہے۔ ایسے موسم میں یہ ناممکن ہے کہ چرواہے اپنے گلوں کو لے کر باہر میدان میں نکل آتے ہوں۔ لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ گرمی کا موسم تھا جب چرواہے اپنے گلوں کو باہر نکال کر لاتے تھے اور راتیں کھلے میدان میں آسمان تلے بسر کرتے تھے۔

اب عیسائی محققین بھی اس تاریخی غلطی کو تسلیم کرتے ہیں اور سمجھتے ہین کہ یہ ہماری روایات غلط ہیں۔ اس سلسلہ میں چند آراء درج ذیل ہیں۔

۱۔ انجیل لوقا کی تفسیر میں پرنسپل اے۔ جے۔ گریو۔ ایم۔ اے ڈی کی طرف سے لکھا ہے کہ یہ موسم ماہ دسمبر کا نہیں ہو سکتا۔

۲۔ جے۔ سٹیورٹ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت مسیح ستمبر یا اکتوبر میں پیدا ہوئے تھے۔

۳۔ بشپ بارنس اپنی کتاب The Rise of christianty میں لکھتے ہیں۔

"اِس تعیّن کے لیے کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے کہ 25 دسمبر ہی مسیح کی پیدائش

کا دن تھا۔ اگر ہم لوقا کی بیان کردہ ولادتِ مسیح کی کہانی پر یقین کر لیں کہ اُس موسم میں گڈریے رات کے وقت اپنی بھیڑوں کے گلہ کی نگرانی بیت اللحم کے قریب کھیتوں میں کرتے تھے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش موسم سرما میں نہیں ہوئی جبکہ رات کو ٹمپریچر اتنا گر جاتا ہے کہ یہودیہ کے پہاڑی علاقہ میں برفباری ایک عام بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا کرسمس ڈے کافی بحث و تمحیص کے بعد قریباً 300 سال بعد مسیح متعیّن کیا گیا ہے۔"

اب یہ تو واضح ہے کہ یسوع مسیح 25 دسمبر کو پیدا نہیں ہوئے۔ اِس پر علم ہیّت کے ماہرین، کلیسائی اور غیر کلیسائی مؤرخین کا اتفاق ہے۔ لیکن عیسائی دُنیا یسوع مسیح کی پیدائش کا دن ۲۵ دسمبر کو مناتی ہے یہ غلطی کیوں در آئی۔ اِس کا مختصر تحقیقی جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ اِس کی ذمّہ داری ایک سِتھین درویش Dionysius Exigrius پر عائد ہوتی ہے۔ یہ شخص روم کا رہنے والا تھا۔ 533 میں اُسے ہدایت کی گئی کہ وہ پچھلی تاریخوں کو شمار کرتے ہوئے ابتدائے سال عیسوی کا تعیّن کرے۔ وہ اپنے حساب میں یہ بھول گیا کہ سالِ اوّل قبل مسیح اور پہلے سال عیسوی کے درمیان ایک سال ایسا بھی پڑتا ہے۔ جسے "صفر سال" کہنا چاہیے۔ اِسی طرح اُس نے اُن چار سالوں کو بھی نظر انداز کر دیا۔ جب شہنشاہِ روم اپنے خطاب "اُگسٹس" کی بجائے اپنے ذاتی نام "اوکٹے وین" کے تحت بَرسرِ حکومت تھا۔

انجیلی روایت کی رو سے یسوع مسیح کی پیدائش کی واضح علامت یہ تھی:

"یسوع ہیرودیس بادشاہ کے زمانہ میں یہود کے بیت لحم میں پیدا ہوا"

(متی باب۲ آیت۱)

۲۔ کرسمس کے لئے 25 دسمبر کا ذکر پہلی دفعہ 354 عیسوی میں لٹریچر میں پایا جاتا ہے۔ رومن شہنشاہ Justinion (527 تا 565 عیسوی) کے زمانہ میں اِس دن کو سرکاری تعطیل کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ اِس دِن کے اِنتخاب کی وجہ ایک رومن تہوار تھا۔

قدیم روم میں 25 دسمبر کا دِن سورج دیوتا کے یومِ پیدائش کے طور پر منایا جاتا تھا۔ اِس دِن کو سورج دیوتا کا یومِ پیدائش اِس لیے سمجھا جاتا تھا کہ اِس دِن اُن کے خیال کے مطابق، سورج خطِ استوا سے زیادہ سے زیادہ دُور ہوتا ہے۔

۳۔ اِنسائیکلوپیڈیا برائٹیکا کے مطابق پیگن ازم عیسائیت میں تبدیلی آہستہ آہستہ ہوئی۔ 440ء میں کلیسا نے ولادت مسیح کے واقعہ کو منانے کے لیے ایک دِن اور ایک تاریخ مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔ چناچہ موسم سرما کے طویل ترین رات والے دِن کا انتخاب کیا گیا۔ یہ دِن چونکہ پہلے ہی سے لوگوں کے ذہن میں ایک تہوار کے حوالے سے مضبوطی کے ساتھ جما ہوا تھا۔ لہذا اُس تہوار کو عیسائی تہوار میں تبدیل کرنے میں کوئی دُشواری محسوس نہ ہوئی۔

۴۔ 601ء میں جب پوپ کی ہدایت سے عیسائی مبلغین تبلیغ کی غرض سے بیرونی ممالک میں بھیجے گئے تو اُنہیں ہدایت دی گئی کہ وہ مقامی تہواروں کو مذہبی عید کے ساتھ اِس طرح منائیں کہ وہ لوگ ظاہری خوشی کے ساتھ ساتھ رُوحانی خوشی بھی حاصل کریں۔ چناچہ جب عیسائیت مُشرکین کی سرزمین پھیلی تو پوپ کی پالیسی کی وجہ سے سردیوں کی طویل رات سے تعلق رکھنے والی بہت سی مُشرکین کی رسمیں عیسائیت میں مدغم ہو گئیں۔

۵۔ پیکس کی تفسیر بائیبل میں پروفیسر گلبرٹ نے لکھا ہے کہ "ہماری بہت سی رائج الوقت رسومات متھرا ازم سے آئی ہیں۔ متھرا دیوتا کی تاریخ ولادت 25 دسمبر ہے۔ گویا یہی تاریخ ولادت مسیح کی بھی قرار دے دی گئی۔

اِن تمام اُمور کی تحقیق کے نتیجہ میں یہی بات دُرست معلوم ہوتی ہے جو قرآن کریم نے بیان کی ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش ایسے موسم میں ہوئی ہے جب کھجور کے پکنے کا موسم تھا۔ یعنی سردی کے دِن نہیں تھے بلکہ گرمی کے ایّام تھے۔ اِسی طرح اَنجیل بھی یہ بتاتی ہے کہ ولادتِ مسیحؑ کے ایّام میں ایسا موسم تھا کہ چرواہے اپنے گلوں کو لے کر باہر آ جاتے تھے اور راتیں کُھلے آسمان کے نیچے میدان میں گزارتے تھے۔ ظاہر ہے کہ سردیوں کے موسم اور بارشوں میں تو ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

فلسطین کے موسم کے لحاظ سے یہی قیاس قابلِ یقین ہے کہ اَغلباً اگست یا ستمبر کا مہینہ ہوگا۔ جب حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی۔ قرآنِ کریم کی رُو سے اور انجیل کی رُو سے 25 دسمبر ہرگز نہیں ہوسکتا۔

٪٪٪٪٪٪٪٪٪٪٪٪٪٪٪٪٪٪

لجنات حضورِ انور کے ارشاد کے مطابق روزانہ دو نوافل کا التزام کریں۔ جماعت ناروے نے نفلی روزہ کے لئے ہر سوموار کا دن مقرر کیا ہوا ہے۔

جزاکم اللہ

یادِ رفتگان:

## پیارے بیٹے خواجہ طیب اسلام کی یاد میں کچھ یادیں کچھ باتیں

خواجہ قیصرہ تبسم موس

آج میں آپ سے کچھ باتیں اپنے بیٹے طیب اسلام کے بارے میں کروں گی جو 26اگست 2012ءکوہمیں چھوڑ کر اپنے مالکِ حقیقی کے پاس چلا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِ نَّااِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

میرا بیٹا طیب اسلام 31 مئی 1985ءکو پاکستان میں پیدا ہوا۔بہن بھائیوں میں طیب سب سے چھوٹا تھا اور یوں سب کی آنکھ کا تارا تھا۔دن بدن وہ بڑا ہوتا گیا اور سارے گھر میں واکر کے ساتھ گھومتا پھرتا تھا کہ اچانک ایک دن جب میں نے اسے نہلایا تو اسے ایک شدید درد شروع ہو گیا اور ہم فوراً ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے اور اس نے جو اسے دوائی دی وہ ا پناریکشن کر گئی۔اس طرح ڈاکٹر کی غفلت کی وجہ سے وہ ساری زندگی مفلوج ہو گیا۔اس دوران ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ر حمہ اللہ کو ساری تفصیل سے آگاہ کیا۔ان کی طرف سے جواب آیا کہ آپ اسے لے کر ناروے چلے جائیں۔

اس طرح ہم نے اپنے پیارے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی اور ناروے کے سفر کے لئے نکل پڑے،راستے کی ہر رکاوٹ کو اللہ نے دور کیا اور ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ناروے آتے ہی اس کا علاج شروع ہو گیا مگر ڈاکٹرز نے بولا کہ آپ لیٹ ہو گئے ہیں دوائی نے اپنا اثر دکھا دیا ہے اب ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

کچھ بھی یہ تیرے کام نہ آیا نہ آسکا
کیا حسرتیں ہیں پوچھ دلِ شرمسار سے

ناروے کے ڈاکٹرز نے ہمارا بہت ساتھ دیا ہر موقع پر اس کی مدد کی۔نرسوں نے بھی بہت تعاون کیا۔میں ان کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی اور اصل انسانیت کی قدر ان لوگوں نے بتائی کہ انسانیت کیا چیز ہے۔

یوں تو طیب 27 سال کا ہم سے جدا ہوا مگر میرے لئے وہ آج بھی آٹھ ماہ کا تندرست بچہ تھا وہ میرا چھوٹا بے بی تھا اور اس کی بیماری کی وجہ سے میں ہمیشہ اسکے پاس رہتی تھی وہ بول نہیں سکتا تھا مگر میں اس کی زبان سمجھتی تھی میں نے کبھی اس کو بوجھ نہ سمجھا جس حال میں اللہ نے رکھا اس میں راضی رہے۔

طیب کو جو پنشن ملتی تھی اس نے بہت سے لوگوں کی مالی مدد کی جن میں معذور، بیمار اور یتیم بچے شامل ہیں۔ہماری کوشش ہے کہ طیب کے اس کام کو جاری رکھیں تا کہ اُس کو اس کا ثواب ملتا رہے اور خدا کے حضور وہ ہمیشہ خوش رہے۔خدا کی طرف سے وہ ایک انمول تحفہ تھا اور خدا کی دی ہوئی اک نعمت تھا اور اُسی کے پاس وہ لوٹ گیا۔ہم سب نے بھی ایک دن اسی کے پاس جانا ہے۔

طیب کی وفات کے بعد میں نے ان معذور بچوں کے ساتھ رضا کارانہ طور پر کام کرنے کا سوچا ہے۔اپنے خدا سے وعدہ کیا ہے آپ بھی دعا کریں کہ خدا مجھے کام کرنے کی توفیق عطا کرے۔آمین۔

میں اپنی جماعت کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں جنھوں نے ہمارے ساتھ تعزیت کی اور دور دراز شہروں سے ہمارے گھر تعزیت کرنے آئے اور ہمارے غم میں برابر کے شریک ہوئے۔اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین اجرِعظیم عطا کرے۔آمین

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

### بقیہ دعائیہ اعلانات:

☆ عزیزہ صائمہ شاہ اپنی پڑھائی میں ہر لحاظ سے کامیابی وکامرانی کے لئے درخواستِ دُعا کرتی ہیں۔

☆ محترمہ فریدہ قدیر اپنی اور اپنی فیملی کے ہر شر سے محفوظ رہنے اور صحت وسلامتی والی زندگی کے لئے درخواستِ دُعا کرتی ہیں۔

☆ محترمہ فوزیہ منظور اپنی فیملی کے لئے خوشی وراحت کے سامان پیدا ہونے اور عزیزہ یاسمین خان اپنی کامیابی اور نیک نصیب ہونیکی درخواستِ دُعا کرتی ہیں۔

☆ محترمہ امتہ الکریم ایوب اپنی،شوہر اور بچوں کی صحت وسلامتی اور کامیابی کے لئے درخواستِ دعا کرتی ہیں۔

☆ محترمہ رفعت نعیم اپنی اور اپنی فیملی کے لئے ہر طرح کی پریشانیوں سے محفوظ رہنے نیز اپنی والدہ کی صحت وسلامتی والی زندگی کے لئے درخواستِ دعا کرتی ہیں۔

☆ محترمہ لبنیٰ رفیق اپنے بیٹے فرید احمد منہاس کے ماشاءاللہ دوسال کے ہونے اور اس کے نیک،صالح اور فرمانبردار ہونے کے لئے درخواستِ دُعا کرتی ہیں۔

☆ محترمہ عتیقہ ناصر اپنی،اپنے شوہر اور بچوں کی صحت وسلامتی اور ہر لحاظ سے محفوظ رہنے کی درخواستِ دعا کرتی ہیں۔

☆ محترمہ عائشہ چیمہ اپنی اور اپنی فیملی کی صحت وسلامتی اور بچوں کے نیک اور صالح ہونے کے لئے درخواستِ دعا کرتی ہیں۔

☆ محترمہ نسیم مظفر اپنی،شوہر،پوتے پوتیوں،نواسے نواسیوں کے لئے درخواستِ دعا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ وآمان میں رکھے۔آمین

☆محترمہ امتہ المنان اپنی اپنے شوہر اور بچوں کی صحت وسلامتی کے لئے دعا کی طلبگار ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو ہر شر سے محفوظ رکھے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔آمین

# دعائیہ اعلانات:

☆محترمہ نذیرہ بانو صاحبہ اور محترمہ امتہ الطیف صاحبہ اپنی اپنی بیٹیوں کے نئے گھر خریدنے پر دعا کی درخواست کرتیں ہیں۔

☆محترمہ رعنا گلِ انور اپنے چاروں بچوں اور اپنی مجلس کی 18 لجنہ گروپ اے کے لیے دین و دنیا کے علم میں ترقی کے لیے دعا کی درخواست کرتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن کو نیکی کی راہوں پر چلاتے ہوئے خادمِ دین بنائے۔ آمین

☆محترمہ لبنیٰ افتاب اپنی فیملی کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔ خدا تعالیٰ صحت وتندرستی کی زندگی عطا کرے۔ آمین

☆عزیزہ صباحت ورک اپنی پڑھائی میں کامیابی کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ صفیہ زکریا اپنی اپنے میاں اور بچوں کی صحت کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں

☆عزیزہ مشعل مجید اپنی پڑھائی کے لئے اور محترمہ شکیلہ مجید اپنی فیملی کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ صائمہ بشارت اپنے لئے اور اپنے میاں کی صحت کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں اور یہ کہ خدا تعالیٰ ان کو احسن رنگ میں خدمت دین کی توفیق دے۔

☆محترمہ فہمیدہ مسعود اپنے لئے اور اپنی عاملہ کی صحت وتندرستی کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں کہ خدا تعالیٰ اُن سب کو بہترین طریق پر کام کرنے کی توفیق دے۔

☆محترمہ نائلہ اسلام اپنی پوری فیملی کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆محترمہ شمیم اختر بچوں کی سلامتی کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆محترمہ سلطانہ قدوس اپنے خاوند اور بچوں اپنی والدہ اور ساس امی کی صحت والی لمبی عمر کے لئے اور بچوں کے خادم دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆محترمہ زاہدہ جمیل اپنے بیٹے کی شادی کے لئے اور دوسرے بیٹے سہیل احمد انور کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں اس کا میڈیکل میں آخری سال ہے۔

☆محترمہ سرور مبارک اپنے خاوند اور بچوں کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆محترمہ قدسیہ خالد بچوں کی کامیابی اور سحت کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆عزیزہ ضحٰی خان اپنے دادا جن کو کینسر ہے ڈاکٹرز نے جواب دے دیا ہے کی صحت اور سلامتی کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆محترمہ سیّد غزالہ اپنے خاوند اور بچوں کی صحت و سلامتی کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆محترمہ نصرت ادریس صاحبہ اپنے بچوں کی صحت وسلامتی والی عمر، نیک، خادم دین اور پڑھائی میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں، نیز اپنی اور اپنے شوہر کی صحت و تندرستی کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆مجلس تھونسبرگ کی تمام لجنات کی طرف سے مجلس کی کامیابی پر درخواست دعا۔

☆محترمہ لبنیٰ کریم صاحبہ اپنے نواسوں کی اچھی صحت اور ان کے نیک اور خادم دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆محترمہ شمع راحیلہ اپنے بیٹے شیراز احمد جو جامعہ میں تعلیم حاصل کر رہا ہے کی کامیابی اور اپنی صحت کے لیے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ منصورہ نصیر اپنے شوہر کی صحت والی فعال زندگی کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ مریم خواجہ فرید رکستاد اپنی صحت کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ نورین جلیل اپنی بیٹی کی شادی کے بابرکت ہونے کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ آمنہ وارث اپنے شوہر اور بچوں کی سلامتی کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ عتیقہ احمد نواسی کی پیدائش پر درخواست دعا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے صحت وسلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

☆محترمہ مبشرہ بشارت اپنی امّی کی صحت کے لیے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆عزیزہ کنول نصیر اپنے لیے اور اپنی فیملی کے لیے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ صائمہ محمود اپنی فیملی کے لیے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ قراۃ العین اپنی فیملی کے لیے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ شگفتہ رحمٰن اپنی صحت وسلامتی والی فعّال زندگی کیلیے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ نبیلہ طیب اپنی فیملی کے لیے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ صباحت اسد اپنی فیملی کے لیے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆محترمہ امتہ السلام عقیل صاحبہ نیا گھر خریدنے پر اس کے بابرکت ہونے کے لیے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ فوزیہ خلیل اپنی بیٹی روبینہ خلیل کی شادی اور اپنے نئے گھر میں خوش وخرم زندگی گزارنے، دوسرے بچوں کی صحت وسلامتی اور امتحان میں کامیابی کیلیے اور اپنے میاں کی صحت والی فعّال لمبی زندگی کے لئے درخواستِ دعا کرتی ہیں۔

## Oppskrift:

# Brownies med peanøtter

**Ingredienser:**
- 150 g mørk sjokolade
- 100 g smør
- 215 g sukker
- 75 g hvetemel
- 2ss kakaopulver
- 2 egg
- 200 g peanøttsmør

**Fremgangsmåte:**
Forvarm ovnen til 160 grader. Kle en liten langpanne med bakepapir. Smelt sjokolade og smør over vannbad. Sikt sammen hvetemel, kakaopulver og sukker i en bolle. Ha i sjokoladesmøret og egg og bland så alt så vidt er blandet sammen. Ha i skjeer med peanøttsmør, og bruk en knis til å semiblande peanøttsmøret med kakedeigen. Stek kaken i ovnen i 35-40 minutter, eller til et kakespyd som stikkes inn kommer ut med små smuler på. La kaken avkjøles helt før du skjærer den i stykker.

**Tips:**
Brownies med peanøttsmør er fantastiske servert til dessert gjerne med iskald vaniljeis ved siden av.

# Kakao med krem

Ingredienser

- 2 ts kakao
- 2 ts sukker
- 2 dl hel melk

Slik gjør du:

Bland kakaopulver, sukker og melk i en kjele, og rør til det nesten koker.

Server rykende varm med vispet kremfløte og sjokoladedryss.

# 1Barnesiden

Vitser og gåter

- Ole: - Mamma, mamma kan jeg slippe å gå på skolen i dag? Jeg er så dårlig.Mor: - Hvor er du dårlig? Ole: - På skolen

- Hvorfor fikk du bot?
- Jeg kjørte for sakte
- Man får vel ikke bot for å kjøre for sakte?
- Jo, for hadde jeg kjørt fortere ville de ikke tatt meg igjen.

- Hvorfor spiser franskmennene snegler?
- Fordi de ikke liker fast food

1. Jeg slår, men gir ikke blåmerker. Hvis jeg slutter blir det mye å tape. Hver dag er jeg med deg. Hvem er jeg?

2. To menn skulle ri om kapp over en viss strekning. Premien var 100 000 kr til eieren av den hesten som kom sist i mål. De startet likt og red hestene så fort de klarte. Men hvorfor red de så fort, når det var eieren av den hesten som kom sist som skulle få pengene?

Labyrint:
Ole Brumm elsker honning men vet ikke helt hvordan han skal få tak i den. Kan du hjelpe han?

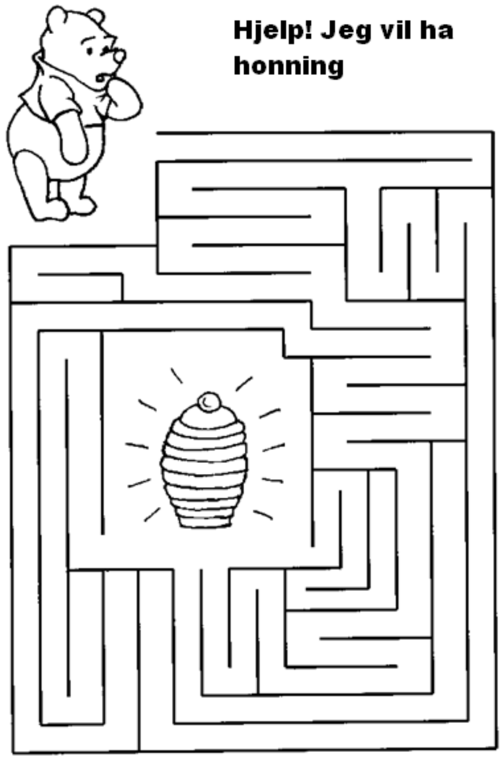

andre landet fra å begå overgrep. Der slike omstendigheter virkelig eksisterer, må muslimske soldater, hvilken enn vestlig militær de er del av, følge ordre og om nødvendig kjempe for å skape fred. Hvis, derimot, et militære gjør en beslutning om å angripe en annen nasjon med urett, og dermed blir overgriperen, da har en muslim muligheten til å forlate militæret, fordi da ville han være delaktig i overgrep. Ved å ta denne avgjørelsen betyr det ikke at han er illojal mot sitt land.

I slike tilfeller ville faktisk lojaliteten til hans land kreve at han tar et slikt skritt og gir råd til sin egen regjering om at de ikke bør tillate seg å synke på samme nivå som de urettferdige regjeringer og nasjoner som begår overgrep. Hvis det derimot er obligatorisk å bli med i militæret, og det ikke er noen måte å forlate på, men hans samvittighet ikke er ren, da bør en muslim forlate landet. Men han må ikke tale mot landets lover. Han bør forlate (landet) fordi en muslim ikke har lov til å leve i et land som borger, og samtidig arbeide mot nasjonen eller ta parti med opposisjonelle.

Disse er således bare noen få aspekter av islams lære, som veileder alle sanne muslimer mot de virkelige kravene til lojalitet og kjærlighet til sitt land… Avslutningsvis ønsker jeg å si at vi i dag observerer at verden har blitt en global landsby. Menneskeheten hare blitt veldig tett sammenknyttet. Folk fra alle nasjoner, religioner og kulturer finnes i alle land. Dette krever at lederne i enhver nasjon bør ta hensyn til og respektere følelsene og sinnelaget til alle mennesker. Lederne og deres regjeringer bør strebe etter å skape lover som fremmer et miljø og stemning av sannhet og rettferdighet, heller enn å lage lover som forårsaker engstelse og frustrasjon hos folket. Urettferdighet og grusomheter bør fjernes, og i stedet bør vi strebe etter sann rettferdighet. Den beste måten å gjøre dette på er at verden erkjenner sin Skaper. Enhver form for lojalitet bør være knyttet til lojalitet til Gud. Hvis dette skjer vil vi bevitne med våre egne øyne at de alle høyeste standarder for lojalitet vil bli anlagt av menneskene i alle land og nye veier som fører oss til fred og sikkerhet vil åpnes i hele verden.

Flere steder i verden ser vi at borgere tar del i streiker og protester mot regjeringens politikk. Videre, i visse land i den tredje verden vandaliserer og ødelegger demonstrantene eiendeler og eiendom tilhørende staten eller privatpersoner. Selv om de vil kunne hevde å handle ut fra kjærlighet, er sannheten at slike handlinger ikke har noe å gjøre med lojalitet eller kjærlighet til nasjonen. Det bør huskes at selv der hvor protester eller streiker gjennomføres fredelig, uten å ty til skadeverk eller vold, kan det fortsatt ha en veldig negativ effekt. Dette fordi selv fredelige demonstrasjoner ofte resulterer i et milliontap for landets økonomi. Under ingen omstendigheter kan slik adferd anses for å være et eksempel på lojalitet til nasjonen. En gylden prinsipp lært av grunnleggeren av Ahmadiyya Muslim Jama'at var at vi, under alle omstendigheter, alltid må være lydige mot Allah, mot profetene og mot lederne i vår nasjon. Dette er den samme lære gitt i den hellige Koranen. Derfor, selv der et land tillater at streiker eller protester finner sted, bør de kun utføres i den grad de ikke ødelegger eller forårsaker skade på nasjonen eller økonomien.

Et annet spørsmål som ofte oppstår er om muslimer kan slutte seg til de militære styrkene i de vestlige land, og hvis de har lov til å delta, kan de da delta i militære angrep på muslimske land. Et underliggende prinsipp i islam er at ingen må bistå i grusomme handlinger. Dette viktige budet må alltid ligge i bevisstheten til enhver muslim. Hvis et muslimsk land blir angrepet fordi det selv har handlet på en brutal og urettferdig måte og startet aggresjonen, da har Koranen under slike omstendigheter instruert muslimske regjeringer at de skal stoppe aggressoren. Dette betyr at de må stoppe overgrepene og forsøke å skape fred. Men når den nasjonen som begår overgrep reformerer seg og slutter fred, må det landet og dets folk ikke bli utnyttet eller holdt nede på grunnlag av uriktige krav eller påskudd. De bør i stedet gis normal statlig frihet og uavhengighet igjen. Den militære ambisjon bør derfor være å skape fred, snarere enn å tjene egeninteresser.

På samme måte gir islam alle land, det være seg muslimske eller ikke-muslimske, rett til å stoppe overgrep og undertykkelse. Således, om nødvendig, kan ikke-muslimske land angripe muslimske land for å oppnå disse redelige målene. Muslimer i disse ikke-muslimske landene kan delta i militæret til disse ikke-muslimske landene og hindre det

Det er derfor vesentlig for borgere av ethvert land å skape en relasjon av genuin lojalitet og trofasthet til sin nasjon. Det har ikke noe å si hvorvidt han er født med statsborgerskap, eller om han får statsborgerskap senere i livet, enten gjennom immigrasjon eller på andre måter…

…I henhold til Islams lære er definisjonen og den sanne betydningen av ”lojalitet” en utvetydig oppfyllelse av ens forpliktelser og overenskomster på ethvert plan og under alle omstendigheter, uten å bry seg om vanskeligheter. Dette er det sanne mål på trofasthet påkrevd av Islam. Flere steder i den hellige Koranen har Allah pålagt muslimene at de må oppfylle sine løfter og avtaler, fordi de vil bli stilt til ansvar overfor Ham for alle sine gjerninger. Muslimene er pålagt å oppfylle alle løfter, inkludert de gjort med Gud den Allmektige, og også alle andre løfter de har gjort, i henhold til deres respektive grader av viktighet. I denne konteksten kan et spørsmål oppstå i folks sinn at siden muslimer hevder at Gud og Hans religion er av overordnet viktighet for dem, således følger det at deres løfte om lojalitet til Gud vil ha deres førsteprioritet, og at deres løfter til Gud vil være det som de verdsetter over alle andre og som de forsøker å oppfylle. Derfor kan man komme til å tro at en muslims lojalitet til sin nasjon og sitt løfte om å følge landets lover kun vil være av underordnet betydning for ham. Han vil således være villig til å ofre sitt løfte til sitt land under visse omstendigheter.

For å besvare dette spørsmålet, vil jeg først og fremst opplyse dere om at den hellige Profeten Muhammad[saw] selv lærte at ”Kjærlighet til landet er en del av troen”. En oppriktig patriotisme er således et krav i Islam. Å virkelig elske Gud og islam krever at en person elsker sitt land. Det er derfor veldig klart at det ikke kan være noen interessekonflikter mellom en persons kjærlighet for Gud og kjærlighet til sitt land. Ettersom kjærligheten til landet har blitt gjort til en del av islam, er det veldig klart at en muslim må prøve å nå de høyeste grader av lojalitet til landet han har valgt å bosette seg i, fordi dette er middel til å nå Gud og komme nærme Ham. Det er derfor umulig at kjærligheten en sann muslim har for Gud noensinne kan vise seg å være et hinder eller barriere som hindrer ham fra å vise sann kjærlighet og trofasthet mot sitt land…

tilfredsstillelse. Ta i betraktning den perioden, hvor bønnen ble holdt i sin prakt, med omhu; hvordan den var for Islam. En gang hadde islam lagt hele verden under sine føtter, fra de forlot den, har de selv blitt forlatt. Bønnen som bes av hjertets dype sorg, er alene den som frigjør mennesket fra dets virkeligheter. Vi har ofte erfart at vi ber ved en vanskelighet, og mens vi fortsatt er i bønn, har Gud løst den og gjort den lett for oss.» (Malfoozat, bind 5, s. 255)

Vend derfor deres oppmerksomhet med opprettholdelse av bønn, og la deres hjerte for alltid være opptatt av Guds erindring. Kom Ham i hu hele tiden, både stående, sittende og vandrende, for det er gjennom dette dere vil lykkes i begge verdener og disse bønnene vil også være kildens til Jama'ats virkelige fremgang. Må Allah skjenke alle styrke til det.

Wassalam
Ærbødig
Mirza Masroor Ahmad
Khalifatul Masih V

# Lojalitet og kjærlighet til ens nasjon

Utdrag fra boken "Verdenskrise og veien til fred" av Mirza Masroor Ahmad[aba]
s. 28-36

… Et fundamentalt prinsipp i Islam er at en persons ord eller handlinger aldri må vise noen form for dobbeltmoral eller hykleri. Sann lojalitet krever en relasjon bygd på oppriktighet og integritet. Det krever at det en person viser på overflaten er det samme som ligger under. Når det gjelder nasjonalitet, er disse prinsippene av høyeste viktighet.

# Beskjed fra Hudoor[aba] ved Jalsa Salana Norge 2013

Kjære medlemmer av Jama'at Ahmadiyya Norge

Assalamo Alaikom Wa Rahmatullahe Wa Barakatohu

Amir Sb. Norge har bedt om å sende en beskjed for sin Jalasa Salana. Min beskjed til dere ved denne anledning er at dere skal gjøre deres ytterste for å befolke den pene moskeen som Allah den Opphøyde har gjort dere i stand til å bygge. Enhver Ahmadi bør søke å be bønn i forsamling i moskeen. Allah den Opphøyde har skapt menneske for tilbedelse og sagt: «Å mine tjenere, kom Meg i hu og opphold dere med min erindring. Jeg vil heller ikke glemme dere.»

Den beste måten på å komme Allah i hu er gjennom bønn, dessuten oppnår man nærhet til Gud gjennom den. Den utlovede Messias[as] har gjentatte ganger formanet sine etterfølgere om å holde fast ved bønn og fortalt at det er intet igjen av religion dersom den ikke har bønn.

Den Utlovede Messias[as] sier:

«I virkeligheten er det en lov at om menneske skal nå et spesielt stadium, så må det gå for det. Jo lenger unna det stadiet er, desto lengre må det gå med enda mer streben og arbeid. Det å nå Gud er også et stadium og dens avstand og lengde er også stor. Så for den som søker Gud og ønsker å nå for Guds åsyn, for vedkommende er bønn et transportmiddel som vedkommende kan bestige for raskere å nå målet. Den som forlater bønn, hvordan skal han nå?...»

Videre sier han[as]:

«Islams tilstand begynte egentlig å forfalle da muslimene forlot bønn, eller forlot bønnen ved å forsømme dens virkelige innhold, kjærlighet, og hjertets ro og

Likedan har den utlovede Messias[as] forklart emnet om døden til Jesus[as] på forskjellige måter i håp om at folk kanskje skal forstå. En måte som han har brukt flere ganger er den ovennevnte språkregelen om *å gå* og *å vende eller returnere.*

«Ordet brukt for komme av Messias er *nuzul* og ikke *ruju*. Ordet brukt for en persons retur er *ruju* og det er aldri brukt for Hadrat Isa[as]. Ordet *nuzul* betyr ikke å komme fra himmelen. En reisende er kalt *nazil*.» (Malfozat, utg. 1, bind 5)

Et annet sted sier den utlovede Messias[as] sier at:

«Har du forestilt deg at Messias, sønn av Maria, skal returnere fra himmelen til Jorden? Selv om ordet *retur* ikke er brukt i utsagn av Herren[saw] for alle profeter, og den Beste[saw] av alle profeter. Har du selv mottatt åpenbaringen angående dette eller diktet det opp slik uærlige folk gjør? Det bør være kjent at dette ordet er spesielt brukt for en person som kommer tilbake fra en reise. Det er derfor utenkelig at den mest veltalende Profeten[saw] og Lederen[saw] av samtlige profeter skulle unnlate å bruke ordet *ruju* og heller bruke ordet *nuzul* og dermed ikke snakke som de veltalende og lærde.» (Rohani Khizain, bind 11, s. 150-151)

Flere av referanser fra den hellige Koranen, hadith, bøker av både de eldre og moderne fremragende lærde samt denne språklige regelen viser at Hadrat Isa[as] vil ikke komme tilbake til denne Jorden igjen. Hvis det motsatte skulle være riktig burde det bli brukt ordet *ruju* i stedet for *nuzul*.

Kilder:
-Bøker av den utlovede Messias[as]
-www.alislam.org
-Ahmadiyya gazette Canada 2012

”går” fra B til A, men i stedet vil det bli kalt at en ”går tilbake” / ”returnerer”/ ”vender”.

Akkurat slik er det på arabisk også. Å gå fra A til B er kalt ’nuzul’, mens reisen fra det andre stedet (B) til det første (A) kalles ’ruju’.

Den alminnelige troen er at Hadrat Isa[as] (Jesus) steg opp til himmelen og vil komme ned til Jorden i ’de siste dagene’. I følge ovennevnte språkregelen bør ’å komme ned til jorden’ uttrykkes som *tilbakekomst* eller *retur* og på arabisk som *ruju*. Dog leser vi i flere ahadith at hans komme i ’de siste dagene’ er oppgitt som *nuzul* i stedet for ordet *ruju*!

Det kan brukes eksempler fra utallige språk for å støtte språkregelen at å komme tilbake til der man opprinnelig begynte reisen fra kalles *ruju*. Et eksempel som jeg skal legge fram her er hentet fra islamsk litteratur. I følgende utsagn til Hadrat Omar[ra] er det brukt ordet *ruju* for tilbakekomme, og ikke *nuzul*. I dette utsagnet sier han ikke at den hellige Profeten[saw] skal komme etter å ha møtt sin Mester slik Hadrat Mosa[as] (Moses) gjorde. Det han i stedet sier er at Profeten[saw] skal returnere slik Hadrat Mosa[as] gjrode:

> «Noen hyklere sier at den hellige Profeten[saw] er død. Visselig er han ikke død men har gått til hans Mester slik Imrans sønn Mosa[as] gjorde, og han ble borte fra hans folk i 40 dager. Så vendte han tilbake og deretter døde. Ved Allah, den hellige Profeten[saw] skal visselig komme tilbake slik Mosa[as] gjorde og vil kappe av hender og føtter til de som pleide å si at han har dødd.»

Allah den Opphøyde sier i den hellige Koranen at: ”…Se hvordan vi gjør tegnene tydelige på forskjellige måter så dere kan forstå.” (6:66)

For de fleste er hjerneslag smertefritt, men skadene kan bli store. Derfor er det viktig at du kjenner symptomene når de oppstår. Symptomene på hjerneslag kommer plutselig og viser seg raskt. Ca. 85% av alle som får hjerneslag har ett eller flere av de samme symptomene. De mest vanlige symptomene har en huskeregel: FAST! Lær deg denne, og redd liv!

| | | |
|---|---|---|
| F | fjes | ansiktslammelse |
| A | arm | lammelse i arm |
| S | språk | språkforstyrrelse, finner ikke ord |
| T | tale | utydelig tale |

Kilder:
http://www.lvh.no/symptomer_og_sykdommer/nervesystemet/cerebrovaskulaer_sykdom/hjerneslag, http://www.hjerne.no/, http://legehandboka.no/sok?query=hjerneslag

# Advent

## Messias' komme

Mehrin Hayat

Hvis man ser på språk i verden, vil man legge merke til at ord som brukes til å uttrykke en persons bevegelse fra et sted til et annet er forskjellige fra ord som brukes til å uttrykke bevegelsen fra den andre plassen tilbake til den første. Dersom en person beveger seg fra et punkt (A) til et annet (B) vil det hete at personen *går* fra A til B. Imidlertid etter å ha kommet fram til B vil reisen tilbake til A ikke uttrykkes som: en

# Lær symptomene på hjerneslag – redd liv!

**Sna Dar**

Fakta om hjerneslag

Hjerneslag er bortfall av hjernefunksjoner mer enn 24 timer, forårsaket av sirkulasjonssvikt eller blødning i hjernens blodårer. Er varigheten av symptomene er mindre enn 24 timer, kalles det drypp.

Hvor vanlig er det?

Hvert år får nesten 15 000 personer hjerneslag i Norge. Gjennomsnittsalder for hjerneslag i Norge er 75 år for menn og 78 år for kvinner. Den mest vanlige årsaken er tilstopping av en blodåre til hjernen enten pga åreforkalkning eller en blodpropp. I 10-15% av tilfellene skyldes hjerneslaget en blødning.

Risikofaktorer

Høyt blodtrykk er den viktigste årsaken til hjerneslag. Andre risikofaktorer som øker sjansen for å få hjerneslag er diabetes, røyking, høyt alkoholkonsum, hjerteflimmer, åreforkalkning i halspulsåren, økt fettinnhold i blodet, inaktivitet og stress er andre årsaker.

Symptomene

Det oppstår plutselig, og hvilke symptomer man får avhenger av hvilken den av hjernen som bli affisert. De vanligste symptomene er sammenfattet i ordet FAST:

- F –lammelser i ansiktsmuskulatur/fjes
- A –lammelse i en arm
- S –språkforstyrrelse
- T –taleforstyrrelse

Ved ett eller flere plutselig oppstått FAST-symptomer: RING 113! Hvert eneste minutt teller og det er derfor viktig å raskt komme til behandling.

**HUSK: Hvis pasienten kommer raskt til sykehus er sjansene mye større for å unngå skader!**

hans familie, og prøve å få til en ren reformasjon i oss selv. Han sa at alle muslimer føler sorg og tristhet når det gjelder hendelsen i Karbala. Mens enkelte muslimske grupper adopterer skikker som synes ganske ekstrem i vårt syn, er *Dorud*, derimot, blitt fortalt om i tradisjoner fra den hellige Profeten[saw] og er blitt beskrevet i den hellige Koranen også. Den utlovede Messias[as], Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad, grunnleggeren av Ahmadiyya menigheten har også brakt vår oppmerksomhet mot akkurat det. Det er den utmerkede måten til å vise vår kjærlighet til den hellige Profeten[saw] og hans familie.

Akkurat som Hadrat Hussain[ra] og hans følgesvenner, stod fast i møte med døden, bør muslimer også på samme måte vise mot og standhaftighet framfor folk med Yazid-lignende natur og være beslutsomme. Hussain[ra] uttrykte sannheten overfor en enorm hær og på samme måte bør muslimene holde seg fast ved sannheten uten hensyn til konsekvensene dette måtte medføre.

*Kilder:*


1. Bukhari, Kitabul Fadha'il
2. Musnad Ahmad bin Hanbal
3. Fredagspreken, Hadrat Mirza Masroor Ahmad[aba], 10. des. 2010
4. og 5. Ibn Kathir

6. Seerat Tayyiba, Hadhrat Mirza Bashir Ahmad[ra], s.36

Ellers: Review of religions, Januar 2011 (oversettelse av en tale gitt av Hafiz Muzaffar Ahmad Sahib fra Rabwah)

de undertrykte.

Hadrat Mirza Ghulam Ahmad[as], den utlovede Messias og Imam Mahdi, har sagt i sine skrifter at Yazid var en skitten orm som tilhørte jorden, blindet av kjærlighet til verden. Mens Hussain[ra] var sannferdig og har lagt fram en ren modell for fremtidige muslimer å følge. Han skriver at det er svært galt å diskreditere Hadrat Hussain[ra], og en som gjør det sløser bort sin tro.

En gang i huset til den utlovede Messias[as] ble det fortalt hendelsen om martyrdøden til Hadrat Hussain[ra]. Etter å ha hørt det begynte den utlovede Messias[as] å gråte, og sa med enorm smerte at: " Yazid utførte denne grusomme handlingen mot barnebarnet til Profeten[saw], men Gud også raskt brakte sin vrede på disse undertrykkerne".[6]

## ***Minnet om Karbala-hendelsen***

Hvert år i de første ti dagene av Muharram minnes muslimer rundt om i verden om martyrium av Hadrat Imam Hussain[ra], hans familie og følgesvenner, og sorger for denne fryktelige hendelsen som fant sted i Karbala for mer enn 1000 år siden. Noen tar seg til gatene og jamrer overdrevet, slår seg på brystet med hendene og andre våpen. Andre tar del i prosesjoner som er organisert spesielt til denne anledningen. Det blir også organisert samlinger og andre arrangementer i moskeer.

> *Muslimer bør på samme måte som Imam Hussain vise mot og standhaftighet framfor folk med Yazid-lignende natur og være beslutsomme*

Den beste måten å minne Karbala er blitt fortalt av leder for Ahmadiyya menighet, Hadrat Mirza Masroor Ahmad[aba], Khalifatul Masih V, i hans fredagspreken holdt den 10. desember 2010. Han sa at den beste måten er å lese *Dorud*, påkalle hilsener og velsignelser over den Hellige Profeten[saw] og

fontene. Likevel kjempet han tappert til sitt siste åndedrag. Han sa til fienden:

” Jeg sverger ved Gud, enhver du dreper etter i dag vil ikke pådra seg Guds vrede i større grad enn (den du dreper) i dag.”

Etter dette begynte folket i Kufa å plyndre den muslimske leiren. De begynte å ta av skaut fra kvinnene og krenket dem.

Ryttere instruert av Umar bin Sa’ad, ridet frem og tråkket på den døde kroppen til Imam Hussain[ra]. Deretter utbrøt Umar bin Sa’ad: ”Hvem blant rytterne vil tråkke kroppen til Hussain[ra]?”. 10 ryttere kom da fram og trampet over han helt til hans bryst og rygg var helt vansiret.

Imam Hussain[ra] hadde blitt truffet 45 ganger av piler, 33 ganger av spyd og over 40 ganger av sverd. I en handling av overdreven grusomhet, ble Hadrat Hussain’[ra] hode kappet av og sendt til Kufa, hvor guvernøren satte det fram til offentlig visning.

Kort sagt var dette en tragisk dag i islamsk historie, da blodet av de edle Guds folk ble utgytt i denne nådeløse nedslaktingen. Men… mange stiller spørsmål: Hadde Imam Hussain[ra] gitt sitt liv for å opprettholde sannheten? Dette er det ingen tvil om!

## ***Imam Hussain[ra] sitt standpunkt mot Yazid***

Dessverre , et mindretall av muslimer anser Hadhrat Hussain[ra] sin avvisning mot Yazid som opprør, mens det er i strid med virkeligheten. Hadrat Imam Hussain[ra] sitt standpunkt angående Yazid var ikke på grunn av hans hevdelse om å være den rettledede kalifen. Khilafat Rashida (rettledede rekken av kalifatet etter den Hellige Profeten[saw]) hadde kommet til en slutt tretti år etter bortfallet av den Hellige Profeten[saw], akkurat som Profeten hadde profetert selv. Imam Hussain[ra] sitt motstand var for å fjerne en tyrannisk despot, en selvutnevnt kalif, og dermed ivareta og hjelpe

Hussain[ra] gjennomførte Zuhr bønnen i denne atmosfæren av fare. Harde kamper da fulgte. Den berømte krigeren Hanafi[ra] sto foran Hussain[ra] og ga sitt liv mens han beskyttet ham. Etter dette mistet Zahir bin Qais[ra] sitt liv. Slik kom de fram en etter en og til slutt var alle følgesvennene til Hadrat Hussain[ra] blitt drept mens de kjempet desperat og prøvde å forsvare sin kjære Imam.

Alle sa i sine siste stunder med all oppgitthet at: ”Vi klarte ikke å hjelpe deg!”.

”Måtte Allah gi deg belønning som er lovet til de rettferdige”; var Imam Hussain[ra] sitt svar.

Etter martyrdommen til alle disse lojale folk var det nå turen til Ahl-e-Ba’ait (familien til den Hellige Profeten[saw]). Den unge Ali Akbar[ra] gikk ut til slagmarken og sa:

”Jeg er sønn av Hussain sønn av Ali. Jeg sverger ved Gud at jeg er følgesvenn til Profeten[saw].”

Han ofret sitt liv mens han slåss med stor tapperhet. Hans tante, Zainab[ra], var ute av stand til å holde seg selv tilbake, men Hadrat Hussain[ra] sendte henne tilbake til leiren. Ali Akbar[ra] sin døde kropp ble plassert i nærheten av et av teltene.

Deretter Abdullah[ra], sønn av Muslim bin Aqeel[ra], og Abdi[ra], sønnesønn av Jaafar Tayyar[ra], stormet inn i kampen og ble drept. Abdul Rahman[ra], sønn av Aqeel[ra], og Qasim[ra], sønn av Hadrat Hassan[ra], var de neste som oppnådde martyrdom.

Etter å ha bevitnet det ba Hadrat Abbas[ra] Abdullah[ra], Jaafar[ra] og Uthman[ra]- tre brødre – til å danne en vegg foran Imam Hussain[ra]. De ble også drept. Abbas[ra] var den siste gjenværende personen med Imam Hussain[ra]. Han ble også drept, og dermed oppnådde martyrdom.

20 medlemmer av familien til den Hellige Profeten[saw] hadde til nå blitt drept i Karbala. Imam Hussain[ra] var nå alene igjen. Han gikk mot elva for å slukke tørsten da en pil ble skutt mot ham og slo ham i ansiktet. Dette forårsaket at blodet sprutet ut som en

det og begynte å tørste over tid. Tilstanden til gruppen begynte å bli dårlig og en person fra hæren til Yazid ikke klarte å tolerere denne grusomheten og ville ikke lenger være en del av det. Han sluttet seg til Imam Hussain[ra] sin gruppe.

Den 10. Muharram, var den siste natten for denne gruppen til Imam Hussain[ra]. Hadrat Hussain[ra] og hans folk var forberedt på døden. De gjorde sine våpen klare og tilbrakte natten i dyp tilbedelse og bønn.

Søsteren til Imam Hussain[ra], Hadrat Zainab[ra], sa til ham at: I tilfelle jeg dør i dag, vil jeg at du skal vite at etter min mor Fatima, far Ali og broren Hassan(døde), du alene var vår støtte." Hun sa videre at: "Bror, for deg kan jeg ofre mitt liv." Tårene begynte å strømme fra Hussain[ra] sine øyne og Zainab[ra] også begynte å gråte. Hadrat Hussain[ra] fortalte henne om å ta seg sammen og sa: "En dag skal vi alle vende tilbake til vår Herre. Lov meg ved Gud at etter min død vil du ikke handle i strid med eksemplaret til den hellige Profeten[saw]. Ikke ærekrenke noen ved å si noe vondt."[5].

Til slutt, ved morgengry 10. Muharram (Ashura), skjedde det. Det var bare 72 personer med Hussain[ra] som kjempet mot 4000 soldater. Flagget til Hussain[ra] var i hendene på Hadrat Abbas[ra].

Før Hadrat Hussain[ra] gikk ut til slagmarken plasserte han Koranen foran seg selv, løftet hendene opp og ba:

"Herre, Du er den jeg setter min litt til i enhver lidelse, og Du er den som løser enhver vanskelighet; Du har alltid vært min Beskytter, og jeg har alltid bedt Deg Alene om alt. Du Alene er Herren for all godhet."

Nok en gang spurte han om fred og om å kunne dra tilbake i fred, men hæren og lederskapet insisterte på å sverge troskap for Yazid først.

Profeten[saw] i en visjon, som ga ham noen instruksjoner. Han tolket denne drømmen til å bety at uansett hva som skjedde videre, var det ingen vei tilbake.

Hadrat Hussain[ra] spurte alle i sin gruppe om de ville returnere og ga dem valget mellom å dra med ham videre til Kufa eller returnere tilbake til Mekka. Gruppen splittet og bare Ahl-e- Ba'ait (familien til den hellige Profeten[saw]) og noen få andre - totalt ca 72 personer - ble igjen i hans leir. I mellomtiden, sendte Yazid en hær av 1000 mennesker; ledet av Hurban Qais, med ordre om å fange Hadrat Hussain[ra] sin gruppe og bringe dem til Kufa.

Hussain[ra] sa tydelig og klart til dem at: "Jeg skulle til Kufa etter ønske fra folket i Kufa, hvis de har endret sin mening skal jeg vende tilbake". Han viste Hurban Qais brevet fra Kufa. Hurban sa at: Vi har ikke skrevet dette brevet, og vi har instruksjoner fra Lederen til å bringe deg til Kufa." Hadrat Hussain[ra] svarte bestemt at "Døden ville være bedre enn dette."

Muligheten til å returnere ikke lenger var mulig. Den Guddommelige Viljen hadde bestemt Seg. En dag da Imam Hussain[ra] plutselig våknet fra sin søvn sa han "InnaLillah " (Visselig tilhører vi Allah, og til Ham skal vi vende tilbake), og deretter "Alhumdulillah " (all lovprisning tilhører Allah alene), og så sa fortalte at " I min drøm uttalte en reisende at nasjonen beveger seg mot sin død". Da hans sønn Zain-ul-Abideen[ra] hørte det sa han at

"Det spiller ingen rolle hvis døden innhenter oss på vei mot sannheten."

På den tredje dagen i måneden Muharram, kom Ibn Sa'ad med en hær av 4000 soldater. Han leste opp direktivet av Ibn Ziyaad som lydet slik: "Hussain skulle komme til Kufa og sverge troskap for Yazid".[4]

Den syvende Muharram ble vannforsyningen til Hussain[ra] og hans gruppe stoppet opp. Familien og andre i gruppen, både menn, små barn og kvinner, ble sterkt påvirket av

Amir Muawiya sa at etter utnevnelsen av Yazid som arving var det ikke aktuelt for noen å avvise eller være imot denne avgjørelsen.

Etter bortfallet av Amir Muawiya i 60 Hidjri, beordret Yazid lederen i Medina til å umiddelbart ta troskapsed fra Hussain[ra], Abdullah bin Umr[ra] og Abdullah bin Zubair[ra]. Av den grunn valgte Hadrat Hussain[ra] og Abdullah bin Zubair[ra] å dra til Mekka.

Det var mange muslimer som helst ville at Hadrat Hussain[ra] skulle være kalif og Hadrat Hussain[ra] mottok mange brev fra blant annet muslimene i Iraq der de viste sterk ønske om å ta troskapsed på hans hånd. Etter å se en så stor engasjement fra muslimene sendte Hadrat Hussain[ra] Muslim bin Aqeel[ra] til Kufa for å finne ut om muslimene i Kufa, tilsynelatende 18000 i antall, faktisk mente det de skrev i brevene. Han hadde til hensikt å dra til Kufa selv, men Abdullah bin Abbas[ra] og andre eldre anbefalte han å ikke gjøre det på grunn av konflikten. Etter noen dager da han ikke hørte noe fra Muslim bin Aqeel[ra], ba Hussain[ra] andre i sin gruppe om å utføre istikhara og be Allah og sa at: Gjør dere klare i henhold til den Guddommelige Viljen, og tilslutt bestemte de seg for å dra til Kufa.

I mellomtiden, fant Yazid ut at folket i Kufa hadde tatt troskapseden til Imam Hussain[ra], gjennom Hadrat Muslim bin Aqeel[ra]. Yazid sendte da lederen i Basra, Ibn Ziyaad, til Kufa og situasjonen nådde et stadium der Muslim bin Aqeel[ra] ble drept og gjort til martyr.

Hussain[ra] hadde gjort seg klar for den prekære situasjonen i Kufa, og bestemte seg for at alt var i Guds hender. Han tenkte at alt vil skje etter Guds Vilje. I virkeligheten var han ikke helt sikker på om å dra til Kufa var fornuftig. Han pleide å tenke at: ”Hvis den Guddommelige viljen er med vår målsetting, så vil vi være takknemlige til Gud for dette. Men hvis Gud vil hindre at vi oppnår vårt mål vil det ikke være feil for en person som frykter Gud og har en from intensjon.”

Hussain[ra] fant senere ut om Muslim bin Aqeel[ra] sin martyrdom og broren til Aqeel dro i all hast for å hevne brorens drap. I løpet av denne tiden så Hussain[ra] den hellige

I syv år ble Hadrat Hussain[ra] velsignet med selskap til den hellige Profeten[saw]. Hadrat Abu Bakr[ra] og Hadrat Omar[ra], første og andre Kalif etter den hellige Profeten[saw] henholdsvis, også så på Hadrat Hussain[ra] med respekt og ærbødighet på grunn av hans nærhet til den hellige Profeten[saw]. Under den tredje kalifen, Hadhrat Othman[ra], fikk Hadrat Hussain[ra] æren av å føre Jihad i Tabiristaan (eller Tapuria).

Etter Hadrat Ali[ra] sin martyrdom, tok Hussain[ra] troskaps ed med sin bror, Hadrat Hassan[ra] og var involvert i forsoning med Amir Muawiya, som hevdet at han var kalifen etter Hadrat Ali[ra].

Martyriumet til den Hadrat Hussain[ra] var en av de mest tragiske hendelsene i islamsk historie. Ingen muslim kan lese disse hendelsene uten å kjenne ekstremt smerte og fornærmelse.

De to viktigste personene, Yazid og Hadrat Hussain[ra], begge hevdet å være muslimer, og begge erklærte den muslimske trosbekjennelsen. Likevel en av dem, Yazid, ikke helt forstod betydningen av Islam. Han fulgte ikke det islamske påbudet om ærlighet og rettferdighet, og dermed ble undertrykkeren. Hadrat Hussain[ra], i motsetning, fordypet seg i den sanne islamske ånd, viste tapperhet, toleranse og standhaftighet, og ble den undertrykte.[3]

## ***Karbalahendelsen***

I 56 Hidjra utnevnte Amir Muawiya sin sønn Yazid sin arving og en stor del av muslimene måtte ta troskapseden på hånden av Yazid for å hindre splittelse. Men Hussain[ra], Abdullah bin Umr[ra], Abdullah bin Zubair[ra] og noen andre tok ikke troskapseden siden de følte at Yazid ikke var verdig retten til Kalifatet på grunn av sin karakter og ugudelighet.

# Imam Hussain[ra] og tragedien i Karbala

Mehrin Hayat

Hadrat Imam Hussain[ra] var den velsignede barnebarn av den hellige Profeten[saw]. Han ble født den 4. hidjri (fire år etter Profeten[saw] sin migrasjon fra Mekka til Medina) og foreldrene hans var Hadrat Fatima[ra] og Hadrat Ali[ra]. Profeten[saw] selv resiterte Adhan i øret hans, slik det er tradisjon for nyfødte muslimske barn, og også utførte Aqeeqah ritualet.
Den hellige Profeten[saw] var veldig glad i sine små barnebarn, Hussain[ra] og hans bror Hassan[ra].

En ledsager av den hellige Profeten[saw] Hadrat Anas[ra], sa at:

> ”Av alle i hans[saw] husstand, ble Hassan[ra] og Hussain[ra] mest elsket av den hellige Profeten[saw]. Profeten[saw] ville gjerne gå til huset deres for å møte dem. Han ville nyte og se dem leke, og ville løfte dem og holde dem mot brystet hans med hengivenhet. Noen ganger, når den hellige Profeten[saw] gjennomførte *sajda* under bønn, ville hans barnebarn klatre på ryggen og Profeten[saw] ville forbli i *sajda* i litt tid. Etter å ha avsluttet bønnen, ville han[saw] løfte dem opp på fanget hans.”

En gang da den hellige Profeten[saw] holdt fredagspreken i moskeen kom Hussain[ra] inn. Profeten[saw] flyttet blikket sitt mot ham, kom ned fra *Minbar* (der han stod å talte), løftet Hussain[ra] opp mot brystet hans. Den hellige Profeten[saw] pleide spesielt å be denne bønnen for barnebarna hans: ”Å Allah, jeg elsker dem begge; Du, også, elsk dem på samme måte.”[1]

Den hellige Profeten[saw] pleide å si at: ”Den som elsker dem elsker meg, og den som bærer nag mot dem bærer nag mot meg. Hussain er min og jeg er Hussains. Den som elsker Hussain vil bli elsket av Allah.”[2]

Hvis vi går tilbake til opprinnelsen ser vi at Halloween er en feiring av de døde. Hvis vi tar en titt på Koranen og den islamske læren forøvrig vil vi ikke finne noen spor som trekker i retningen av et en «feiring av de døde» er noe Allah også formanet oss om. Vi leser i Koranen i Surah 7 vers 158: «Den som følger Sendebudet, Profeten, den rene, som de finner beskrevet hos seg i Toraen og Evangeliet; han påbyr dem det rette og forbyr det onde, og han tillater dem de gode ting og forbyr dem de dårlige, og han tar deres byrde fra dem, og lenkene som var på dem»

Tradisjoner som slike maner til *shirk* (hvor man begynner å sette andre ved siden av Gud), noe som er forbudt i Islam. Halloween tradisjonen har dessuten sitt opphav i kristne og ikke-religiøse forfatninger og er dermed noe som avviker sterkt fra vår tro. Som muslimer bør våre feiringer være av en art som opprettholder de religiøse tradisjonene våre, som respekterer våre verdier, noe f.eks. Eid feiringen gjør. Dermed er ikke Halloween en tradisjon som har noe plass i vår religion. Altfor mange av de som deltar på Halloween feiringen vet ikke noe om historien bak denne dagen, og deltar bare fordi det er «gøy».

Dessuten er Islam fredens religion, og den moderne Halloween feiringen består av handlinger som ikke bare er ødeleggende for en selv, men som også forstyrrer samfunnet rundt en. Dermed bør vi avstå fra å delta på slike ting for å vise at vi tar avstand fra alt som skaper ufred og forvirring i samfunnet. Mange vil nok si at uskyldige sammenkomster og «knask eller knep» neppe skaper uro i samfunnet i seg selv men det er viktig å huske på at det alltid begynner i det små, før det eskalerer og er ute av kontroll. Dessuten er vi muslimer heldige som har to «Eid feiringer» i året som vi kan bruke til å ære vår religion samtidig som vi koser oss med familien. Unødvendige tradisjoner er bare byrder for oss, og gir oss unødvendig psykisk stress både i det ubevisste og det bevisste. Hvorfor ikke da bare holde oss unna?

markeres ved å besøke bekjentes gravplasser og pynte dem med krans, blomster og lys. Selv om dagens opprinnelse er en dag for mennesker som levde et vellykket liv som «Kristi sin etterfølger», markeres den som en dag for alle døde mennesker. Markeringen er ellers preget av lite feiring eller annen sammenkomst. Halloween på den andre siden, markeres den 31. oktober rundt om i hele verden. I Norge, som nevnt ovenfor, har markeringen nådd nytt høydepunkt siden 2000 og nordmenn er mer enn før deltagere både på kommersiellt og personlig plan.

Hus pyntes med gresskar, skumle saker og andre oransje dekorasjoner mens barn går ut på noe som kalles «trick or treat» (Godterisanking, kjent som «knask eller knep» i Norge, eller julebukk)  og banker på andres dører. Nåde dem som ikke gir dem godteri, for da blir man møtt med no form for «knep», det være seg eggkasting på vinduer eller dopapir over huset, osv.  Det feires til langt på natt både i folks hjem og andre samlingssteder og politiet rykker ut til festbråk og hærverk oftere på den ene kvelden enn de gjør ellers i året. Vi snakker altså om en mer høylytt form for markering.

Men hva er poenget med alt dette? Som nevnt ovenfor har feiringen sitt utspring i at en skulle markere helgener som ikke har noen markeringsdager ellers i året, men hvordan det gikk fra en rolig feiring av helgener til å bli en dag fylt med bråk og fanteri er mindre kjent. Dagens halloween feiring har blitt en kommersiell bransje hvor butikkene får enda en mulighet til å tjene seg søkkrike på noe som egentlig ikke er noe vi er pliktet til å delta på. Lavpris på godteri og pyntesaker lokker til seg kjøpeglade kunder og butikker går med overskudd.
Hvordan bør vi som Ahmadiyya muslimer oppføre oss på sånne dager? Kan vi delta i slike feiringer? At vi muslimer mener at tradisjoner vi ikke finner grobunn for i Islam ikke har noen plass i våre liv, er ikke ukjent, men allikevel finner vi oss selv i slike situasjoner hvor vi ikke vet hvorvidt vi bør delta eller ikke delta på noe som foregår rett foran øynene våre. Halloween er dessverre en av de tradisjonene som også muslimske barn og ungdom stiller seg undrende om deres deltagelse er lovlig eller ei.

# Halloween – unødvendig tradisjon?

Annum Saher Islam

Hvert eneste år, når oktober nærmer seg, ser vi at samfunnet sakte men sikkert blir oransje. Butikkene bugner av halloween pynt, halloween salg og store tilbudsplakater som oppmuntrer en til å kjøre tradisjonen helt ut. Ikke en eneste person fra den kommersielle bransjen holder seg utenfor og alle er med. Overalt i landet arrangeres det halloween fester for både unge og voksne, og mennesker fra ulike bakgrunn samles til å feire halloween. Men, hva er egentlig halloween? Og er det virkelig en plikt å feire denne dagen?

På wikipedia finner vi følgende definisjon:

*«Halloween er det engelske navnet på allehelgensaften, (fra 'All Hallows eve' det vil si natt til All Hallows Day allehelgensdag), den katolske minnefesten for helgener og martyrer/helgener som ikke har egen dag i kalenderen. Ifølge keltisk tradisjon feires Halloween på kvelden den 31. oktober.*

*Halloween har sin opprinnelse i en pavelig bulle fra 749, ført til USA på 1600-tallet av engelske immigranter, dog med elementer fra andre lands emigranter. Halloween har på 1900-tallet særlig blitt markert i USA der utkledde barn går fra hus til hus og tigger godteri med ordene trick or treat. Rundt milleniumsskiftet begynte også feiring av Halloween å bli utbredt også i Norge.»*

Halloween er altså en feiring av «helgener», altså mennesker som levde et så vellykket liv som «Kristi sin etterfølger» at kirken så på vedkommende som en person Jesus[as] levde gjennom.

Her i landet har vi de siste årene vært vitne til to ulike feiringer. Halloween feires separat, ihht den amerikanske tradisjonen, mens allehelgensdag markeres en annen dag selv om de tingene i og for seg har samme bakgrunn og samme definisjon. I Norge markeres allehelgensdag tradisjonelt den første søndagen i november hvert år og dagen

tålmodige, selv når fienden er urettferdig behandlende. Han ga oss visdommen om å besvare vonde uttalelser med kjærlige hilsener og bønn. Men hva gjør dagens muslimer? De trosser hans lære, og fornærmer han. De krenker islam ved å reagere med det motsatte av det islam i grunnen står for, nemlig toleranse og fred. Akk de muslimske lærde heller ville følge Profeten Muhammads[saw] eksempel, og be til Gud om bistand. Men nei, de skal for all del stå frem som såkalte «hengivne og rettskafne» troende, endog de har den vitenen om at Profeten[saw] ble vist oppriktig aktelse selv fra sine erkefiender, fordi de ikke vitnet noe annet enn pur godhet fra hans skikkelse. Motstandernes opposisjon var begrenset til det som kun vedrørte guddommelighet.

Hva angår filmen, burde muslimer avstå fra å se den og dempe sin aggresjon, fordi utøvelse av raseri er en sann synd. Det vil være deres protest mot den. Det vil også være mer fortreffelig å be til Gud om at Han skal rettlede oss til å bli sannferdige muslimer, slik at islams sanne moral kan gløde gjennom oss. Be også om at sjofle bemerkninger fra ikke-muslimer og deres harme skal ende. Dermed vil provokasjon mot muslimer og islam minke i omfang.

Denne filmen og karikaturtegningen av Profeten Muhammad[saw] var i følge min mening et påskudd for å tirre den muslimske verdensbefolkningen. Det er beklagelig at muslimene kunne være så lett påvirkelige, for istedenfor å latterliggjøre seg selv, kunne de følge Profetens[saw] dogmer, og forebygge den spirende islamofobien med en ikkevoldelig og fredelig fremgangsmåte. Det kan utføres ved å utvikle seg selv til å bli optimale mennesker som ikke kan klandres, og hvis gemytt stråler av miskunn.

En av mange vise ord uttalt av Profeten[saw], er samtlige oppfordringer han har gitt til de sanne troende, nemlig at Gud kun elsker de som skåner Hans skapverk mot sine bitre tunger og knyttede never.

# Falsk hengivenhet

Andleeb Anwar

Mediene er fulle av innlegg, dokumentarer og bilder angående islam, der den muslimske verden blir tilknyttet til både terrorisme, vold og uroligheter. Mang en gang har jeg opplevd å komme over en islamofobisk artikkel på nettet. Alt fra debattinnlegg til kommentarer kan være gjennomsyret av bitterhet rettet mot muslimer og deres verdier til de grader at det er enn sann pinsel å lese dem. Indirekte uttalelser, så vel som direkte gremmelse kan skues blant folk. Ikke en eneste gang har jeg gjengjeldt anklagelsene, eller vendt ryggen mot det norske samfunnet. Ei har jeg hatt nag i sinnet, for slik mange kanskje ikke kan forutsi, er lignende funn på nettet en metode for meg til å styrke min tro. Det skjer ved at min aktpågivenhet rettes mot tilegnelse av kjennskapen og det motet som kreves av meg for å kunne besvare kvasse ytringer som er i hovedsak ment for å terge muslimer.

Enda mer provosert blir jeg over å vitne de andre muslimenes hissige reaksjoner. Det at de demonstrer høylytt over noe fører verken til anseelse eller en permanent løsning. Kanskje en midlertidig oppklaring blir tilrettelagt for å formilde omstendighetene. Dessuten er det mer sannsynlig at skrevne, milde og veloverveide ord når sin mottaker og oppnår respons, enn absurde ord som blir ropt ut i løse luften.

En mann i Amerika lager en film om Profeten Muhammad[saw]. En film som blir først berømt blant folk, etter at demonstrasjoner og opptøyer brytes løs blant majoriteten av muslimske land. Hva demonstrerer de mot? De forsvarer Profetens[saw'] ære. De forsvarer ryet til han som forkynte oss den underskjønne lærdommen om å være

# *Utdrag fra den hellige Koranen*

*(kap. 3, vers 36-38)*

I Allahs navn, den mest Nåderike, den evig Barmhjertige

إذ قالت امرأت عمران رب إني نذرت
لك ما في بطني محررا فتقبل مني
إنك أنت السميع العليم ٣٦

36. (Husk) den gang da Imrans hustru sa: Å min Herre, jeg har lovet Deg det som er i mitt skjød, (at det skal være) helliget (til) Din tjeneste. Motta (det) derfor av meg, for Du er sannelig (alene) den Althørende, den Allvitende.

فلما وضعتها قالت رب إني وضعتها
أنثى والله أعلم بما وضعت وليس الذكر كالأنثى وإني سميتها
مريم وإني أعيذها بك وذريتها
من الشيطن الرجيم ٣٧

37. Så da hun hadde født, sa hun: Min Herre, jeg har født en pike, og Allah visste (dog) best hva hun hadde født, og et guttebarn er ikke som et pikebarn, og jeg har kalt henne Mariam (Maria). Og jeg overgir henne og hennes avkom til Din beskyttelse mot den forbannede Satan.

فتقبلها ربها بقبول حسن وأنبتها
نباتا حسنا وكفلها زكريا كلما
دخل عليها زكريا المحراب وجد
عندها رزقا قال يمريم أنى لك
هذا قالت هو من عند الله إن
الله يرزق من يشاء بغير حساب ٣٨

38. Så hennes Herre mottok henne på beste vis og lot henne vokse seg vakker og gjorde Zakaria (Sakarja) til hennes verge. Hver gang Sakarja trådte inn i kammeret til henne fant han føde hos henne. Han sa: Å Maria, hvor (kommer) dette til deg fra? Hun sa: Det er fra Allah, sannelig Allah skjenker underhold til hvem Han vil, uten noe regnskap.

**I Allahs navn den mest Nåderike, den evig Barmhjertige**

**Oktober/November/Desember 2013**
Hidjreh år:1434

## Innholdsfortegnelse:

Utdrag fra den hellige Koranen ........................................................ 3
Falsk hengivenhet ........................................................................ 4
Halloween – unødvendig tradisjon? ................................................ 6
Imam Hussain[ra] og tragedien i Karbala ............................................ 9
Helsespalte ............................................................................... 18
Advent: Messias' komme ................................................................ 19
Beskjed fra Hudoor[aba] ved Jalsa Salana Norge 2013 ............................. 22
Lojalitet og kjærlighet til ens nasjon ................................................ 23
Barnesiden ................................................................................ 27
Oppskrift ................................................................................... 28

**Nasjonal Amir: Zartasht Munir Khan**
**Leder Ladjna Imaillah: Bushra Khalid**
**Redaktør urdu del: Mansoora Naseer**
**Redaktør norsk del: Mehrin Hayat, Zainab komite**

**Kontaktinformasjon:**
**Bait-un-Nasr moske, tlf: 22325859 fax: 22437817**
**Adresse: Søren Bullsvei 1 E-mail:**
**zainab_ishaat@yahoo.com**
**1001 Oslo**

# Zainab

Ladjna Imaillah Norge

Årgang 1: oktober, november, desember 2013